چکڑالوی فرقہ

احادیث کی روشنی میں

مولانا محمد شمس الحق فیضی

باسمہ تعالیٰ

چکڑالوی فرقہ

احادیث کی روشنی میں

تالیف

حضرت علامہ الحاج محمد شمس الحق صاحب فیضی

صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت نور العلوم ٹنڈوا ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

حسب فرمائش

مخیر قوم وملت الحاج سیٹھ محمد شکیل احمد صاحب فاروقی بسڈیلہ

فہرست مضامین

عقیدت کی سوغات

عقیدتوں کی سوغات حاضر ہے ان اساتذۂ کرام اور بزرگان دین کی بارگاہ عظمت میں جن سے غروب کی سیاہیاں آج تک آنکھ نہ ملا سکیں، ہاں ہاں طلعتوں اور زیبائیوں کے ایسے پیکر کہ جن حضرات کے وجود کو کوئی دھندلکا سایہ گہنا نہ کرسکا علم وعمل کی شمع فروزاں شعور وآگہی کے منبع ومرکز کے ایسے ایسے رشک گلستاں کہ جن کے دامن ارادت وصحبت سے وابستہ ہونے والے غنچے شگفتہ ہو کر مہک رہے ہیں اس سے میری مراد مادر علمی دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کے بانی شعیب الاولیاء حضور سیدنا الشاہ محمد یار علی صاحب علیہ الرحمۃ اور ان کے ☆ شیخ طریقت محبوب الاولیاء حضور سیدی الشاہ محمد محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والطاف الاولیاء حضرت شاہ عبداللطیف ستھنوی علیہم الرحمۃ والرضوان و قطب الاقطاب مرشدی حضرت پیر عبدالمتین صاحب قبلہ ڈھلمو شریف ہیں اور میرے جملہ اساتذہ فیض الرسول بالخصوص جلالۃ العلم شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی، سلطان الواعظین حضرت علامہ الحاج عبدالمصطفی اعظمی، بدرملت حضرت علامہ بدرالدین، فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج جلال الدین احمد امجدی، حضرت علامہ محمد حنیف قادری علیہم الرحمہ، شہزادہ حضور شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبدالقادر قبلہ علوی، حضرت علامہ محمد سید احمد انجم عثمانی قبلہ اور حضرت علامہ مفتی محمد قدرت اللہ صاحب رضوی ہیں، جن کی نظر کیمیائی نے مجھ جیسے ہزاروں کو جلاء بخشی اور نہ جانے کتنے کو رہبر کامل بنا دیا۔

تو نے ہی بخشی ہے یہ فطرت حساس مجھے ☆ ہیں اس دل کے صدف میں وہ گہر تیرے ہیں

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا ☆ یوں بالے مرے سرکاروں کے

خاکپائے مقبولان بارگاہ

محمد شمس الحق فیضی

تأثــر

قائد ملت پیر طریقت حضرت علامہ الحاج **غلام عبد القادر** صاحب قبلہ علوی
سجادہ نشین آستانہ فیض الرسول و ناظم اعلی دار العلوم براؤں شریف، سدھارتھ نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

نت نئے فتنوں اور امت مسلمہ کی آزمائش کے اس دور میں ایک پرانے فتنے کا نام "**چکڑالوی فرقہ**" بھی ہے جو اسلام کے اہم اصول "حدیث رسول" کا منکر ہے اپنی مضحکہ خیز استدلال کے سبب کبھی بھی یہ سنجیدہ وباشعور افراد پہ اپنی کمند نہ ڈال سکا البتہ کہیں نہ کہیں سے اس فرقہ کی بچی کھچی ذریات کبھی کبھار سر اٹھاتی ہے جس کی بروقت سرکوبی کے لئے زیر نظر کتاب ہے فاضل فیض الرسول اور الاعز الارشد مولانا **شمس الحق یار علوی** صدر المدرسین مدرسہ نور العلوم ٹنڈوانے احادیث کی روشنی میں رد بلیغ فرمایا ہے مولیٰ عزوجل ان کی اس سعی کو قبول فرما کر امت کے لئے مفید اور اس کار خیر میں انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔

دعا گو

غلام عبد القادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول

براؤں شریف

۲۱ر صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

تقریظ جمیل

شہزادہ قطب وقت حضرت مولانا تنویر احمد صاحب خلیفہ وولی عہد آستانہ محبوبیہ ڈھلمؤ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا سیدا المرسلین وعلی الہ واصحابہٖ اجمعین

ماشاءاللہ حضرت مولانا شمس الحق صاحب فیضی جعل اللہ کا سمہ نے اپنی تقریر سے احقاق حق وابطال باطل کی سعئ بلیغ کی ہے۔ یقیناً ہمارے سلسلہ کے مشائخ کرام کا فیض ہے گمراہ فرقہ نے تفسیر وتاویل اور تحریف کے فرق کو جانتے ہوئے احادیث وآیات کے دوسرے مفہوم ومعانی قوم کو بتا کر خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہوئے حکیم الامت ڈاکٹر اقبال نے انھیں گمراہ کرنے والے علماء سوء کا ردبلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

ہوئے کس قدر فقیہان حرم بے توفیق ☆ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال صاحب نے دیوبندی علماء کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے گمراہ افکار ونظریات پر متاسفانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

عجم ہنوز ندارند رموز دیں ورنہ زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

خبر سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است خبر چہ بے مقام محمد عربی است

دیوبندی مسلک کے گمراہ علماء کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ دین حق کو جانو دین حق کی اصلیت وحقیقت سنو۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ☆ اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

صدمہ وافسوس ۱۵ر صفر المعظم مطابق ۲۹ر اپریل ۲۰۰۲ء کو ہماری والدہ مخدومہ کا انتقال ہوا اور ۷ر جون بروز جمعہ کو والدہ کے چہلم میں مولانا شمس الحق صاحب نے شرکت فرما کر ان کی روح کو فاتحہ ایصال ثواب کر کے دعاء مغفرت فرمائی حماک اللہ عن شر النوائب جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

محمد تنویر احمد محبوبی

ولی عہد آستانہ محبوبیہ ڈھلمؤ شریف

تقدیم

از۔ حضرت علامہ جمال احمد خان صاحب رضوی
استاذ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف

تاریخ داں طبقہ پہ یہ بات مخفی نہیں کہ اسلام کے خلاف شازشیں رچانے اور نت نئی اسلام مخالف تحریکیں چلانے میں زمانہ قدیم سے تاحال یہود و نصاری کا نام سرفہرست ہے انہوں نے پہلے اپنا نشانہ قرآن عظیم کو بنایا کہ اسلامی تعلیم کا اصل مرجع و منبع یہی ہے ہر چند یہ کوشش کرتے رہے کہ یہ قرآن کوئی الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے رسول ﷺ کا خودساختہ کلام ہے اس میں تغیر و تبدل ممکن ہے لیکن ایک طویل زمانہ گذر جانے کے باوجود وہ اس میں کوئی تبدیلی نہ لاسکے بلکہ وحی الٰہی کے ذریعہ قرآن نے انہیں چیلنج دے دیا: فاتو بسورۃ من مثلہ۔ الآیۃ سورہ بقرہ اور دوسری جگہ ہے لاتبدیل لکلمات اللہ الایۃ پارہ ۱۱ سورہ یونس۔ کا مہرت ثبت فرما کر تا قیامت اس میں تغیر و تبدل کے شبہات کو لوگوں کے قلوب و اذہان سے نکال کر فرما دیا: وانا لہ لحفظون یعنی پروردگار عالم نے اس کے حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ کرم پہ لے لیا جب یہ اس میں کوئی تبدیلی کی صورت نہ پیدا کر سکے اور خود ہی خائب و خاسر ہو گئے تو دوسرا ناپاک حملہ احادیث رسول علیہ التحیہ والثناء پر کیا اور اسلامی ماخذ و ذخائر کا بھرپور مطالعہ شروع کر دیا تاکہ اپنے تنقیدات کا نشانہ احادیث رسول کو بنائیں چنانچہ ایک یہودی گولڈ ریہر نے احادیث رسول کے خلاف زہر افشانی کی جس کا خلاصہ ڈاکٹر محمود حمدوی زفروق نے مصطفیٰ السباعی کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور جسے حضرت علامہ پیر کرم شاہ صاحب ازہری چیف جسٹس نے نقل کیا ہے۔

اموی دور میں جب امویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے

شدت اختیار کی تو احادیث گڑھنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا فسق وارتداد کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء نے ایسی احادیث گڑھنی شروع کر دیں جو اس مقصد میں ان کی مدد کر سکتی تھیں اسی زمانے میں اموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلے میں یہ کام شروع کر دیا وہ خود بھی احادیث گڑھتی اور لوگوں کو بھی ایسی احادیث گڑھنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطۂ نظر کے موافق ہوں حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی کی جو احادیث گڑھنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے احادیث گڑھنے کا معاملہ سیاسی مسائل تک محدود نہ ہوا بلکہ آگے بڑھ کر دینی معاملات اور عبادات میں بھی داخل ہو گیا اور کسی شہر کے لوگ جن باتوں کو اپنے خیال کے مطابق نہیں سمجھتے تھے ان کے خلاف حدیثیں گڑھ لیتے تھے احادیث گڑھنے کا یہ کام دوسری صدی ہجری میں بھی جاری رہا۔

(ضیاء النبی ص ۹۱، ج ۷)

اس اقتباس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ لوگوں کو یہ ذہن دیا گیا کہ احادیث مبارکہ میں اکثر و بیشتر یہ وضعی اور ملاوٹی حدیثیں ہیں جو قطعا قابل اعتماد و استناد نہیں پھر مطلق طور پر مسلمانوں کی ہوا و ہوس، نفس پرستی اور جاہ طلبی کے نتیجہ میں رونما ہونے والا ایک افسانہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی بلکہ یہ انکار حدیث کی ایک مذموم سازش ہے۔ جبکہ سلاطین اسلام کی جانب جعلی احادیث کی نسبت تاریخ اسلام سے نابلدی کی واضح نتیجہ ہے البتہ عہد قدیم میں کچھ لوگوں نے وضع احادیث کی کوشش کی تھی مگر ان کی یہ ساری کوششیں خیر القرون کے مبارک و مسعور فرمانے ہی میں رائیگاں چلی گئیں اور ان سارے موضوع اقوال کو تحقیق و تفتیش کی خراد پر چڑھا کر الگ کر دی گئیں تھیں۔

پھر مسلمانوں کے بھیس میں اسلام دشمن عناصر کے مفسد نظریات کا اور گھناونے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے اور اسے فروغ دینے والوں میں عبد اللہ چکڑالوی کا نام آتا ہے جس نے ایک نئے فرقے کی داغ بیل ڈالی کرامت مسلمہ میں خلفشار و انتشار کی نہ پٹنے والی ایک خلیج

تیار کردی ہے اس کے بہت سارے اسلام مخالف اعتقادات ہیں ان ہی میں سے ایک اہم اور اساسی اعتقاد یہ بھی ہے قرآن کے ہوتے ہوئے ہمارے لئے اور کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف قرآن عظیم ہمارے لئے سرچشمہ ہدایت ہے جو چیزیں ہمیں قرآن سے ملیں اسے ہم لے لیں اور بقیہ چیزیں جو قرآن میں نہ ملیں اسے ہم چھوڑ دیں احادیث رسول کی کوئی حیثیت اور معنی نہیں ہے (نعوذ بالله من ذالك) اس کا نہایت واضح اور سادہ جواب یہ ہے کہ بلاشبہ قرآن عظیم ہمارے لئے ایک مکمل اور جامع دستور حیات ہے لیکن اس کے فرامین اصول وضابطے کے طور پہ ہم کو عطا ہوئے ہیں جن کا اعجاز وایجاز اپنی غایت کو پہونچا ہوا ہے ایک ایک آیت ایسی جامعیت رکھتی ہے کہ اس میں معانی ومفاہیم کا ایک بحر بیکراں ودیعت کر دیا گیا ہے اس کی توضیح وتفسیر کے لئے ہم کیا صحابہ کرام بھی اس سرچشمہ ہدایت کے لئے محتاج نظر آتے ہیں یہی وجہ تھی کہ قرآن اپنی رائے سے نہیں بلکہ تعلیمات رسول ﷺ سے سمجھا اور سمجھایا گیا اور اسی افہام وتفہیم کا کام سنت رسول اور حدیث مصطفٰی علیہ التحیۃ وثناء ہے۔ لہذا زندگی کے ہر موڑ پر سنت رسول اور سیرت رسول کی ضرورت محسوس کی گئی اور گمرہی وبیدینی سے نجات کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ سنت رسول (یعنی احادیث رسول) کو خاص طور سے اہمیت دی جاتی رہی اور حقیقت بھی یہ ہے کہ خود نبی رحمت ﷺ نے اپنی سنت کو مذہب اسلام میں اسی حیثیت سے اجاگر فرمایا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله۔ موطا امام مالك ص ۸۹۹	یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان دونوں پر عمل پیرا رہو گے ہرگز ہلاک نہیں ہوگے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

یعنی ہلاکت وگمرہی سے بچنے کے لئے قرآن واحادیث دونوں کی پیروی لازم ہے لہذا اگر کوئی احادیث چھوڑ کر صرف قرآن پر یا قرآن چھوڑ کر صرف احادیث پر عمل کرے گا تو وہ یقیناً ضلالت وگمراہی کے قعر مذلت میں گر کر ہلاک وبرباد ہو جائے گا۔ اہل ایمان کا وطیرہ بھی یہی ہے

کہ جو رسول کریم ﷺ کو برحق تسلیم کرتے ہیں ان کے لئے ہرگز اس کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ وہ احادیث رسول سے روگردانی کر کے اسے اپنی تنقید و تنقیص کا نشانہ بنائیں اور اس کے انکار کی راہ پیدا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی ظاہری حیات مقدسہ میں ایسے مفسد و رذیل اعتقاد رکھنے والے منکرین احادیث کے سلسلے میں ارشاد فرما کر تردید فرمادی ہے اور واضح فرمادیا ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ حدیث رسول پر بھی عمل کرنا نہایت ضروری و لازم ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

الا الفین احدکم متکئا علی اریکته یاتیه الامر بما امرت به او نهیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب الله اتبعناه و بینکم کتاب الله عزوجل فما وجدنا فیه من حلال استحللناه وما وجدنا فیه الحرام حرمناه الا وان ما حرم رسول الله ﷺ مثل ما حرم الله

السنن لابن ماجة عن ابی رافع رضی الله عنه۔ ص ۳، ج ۱

یعنی میں تمہیں اس حالت میں نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا کوئی حکم یا میری جانب سے کوئی ممانعت پہونچے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ ہم نہیں جانتے ہم تو اس کی پیروی کریں گے جو اللہ کی کتاب میں پائیں گے عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ آدمی اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو وہ جواب میں کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اللہ کی کتاب ہے جو کچھ ہم اس میں حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے آگاہ رہو کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا وہ بھی ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا۔

اللہ عزوجل کی مقدس کتاب وحی کے ذریعہ حضور رسالت ﷺ پر ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوئی رسول ہادی برحق ﷺ کو اس کی توضیح و تفسیر کی ذمہ داری سونپی گئی پیارے نبی رحمت ﷺ نے یہ فریضہ نہایت احسن طریقہ سے نبھایا یعنی کلام الٰہی میں جہاں وضاحت کی ضرورت پیش ہوئی وہاں آپ نے اپنے قول و فعل اور تقریرات سے وضاحت و تفسیر فرمائی اس کی

بہت ہی مثالیں موجود ہیں خوف طوالت دامن گیر ہونے کی وجہ سے صرف دو مثالوں پر اکتفا کررہے ہیں۔

(۱) چور مرد وعورت کی تعزیر کے تعلق سے پروردگار عالم جل مجدہ نے ارشاد فرمایا:

السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا۔ پ۶،ع۱۰ سورۃ المائدہ۔ یعنی اور جو مرد وعورت چور ہوں تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کئے کا بدلہ ہے۔

آیت کریمہ میں چور مرد وعورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم مطلق ہے یعنی یہ ہاتھ کاٹنے کا حکم کتنی مالیت پر اور کہاں تک ہاتھ کاٹا جائے۔ اس تعلق سے اگر رسول اللہ ﷺ توضیح نہ فرمائے ہوتے تو ضرور اس تعلق سے افراط وتفریط میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا لہذا احدیث رسول اللہ ﷺ نے ہماری اس طرح رہنمائی فرمائی کہ:

لاتقطع الید الا فی ثمن المجن وثمنه یومئذ دینار۔ السنن للنسائی ص ۲۲۵، ج ۲۲، عن الیمن ابن ام ایمن رضی الله تعالی عنه۔

دوسری مثال:۔ وان تجمعوا بین الاختین: یعنی اور دو بہنیں جمع کرنا نکاح میں حرام ہے دو بہنوں کو ایک ساتھ ایک نکاح میں جمع کرنے کی حرمت قرآن عظیم میں واضح طور پر منصوص ہے مگر ایک نکاح میں عورت کے ساتھ عورت کی پھوپھی اور اس کی بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو جمع کرنے کی حرمت منصوص نہیں ہے اگر ایسے موقع پر صرف قرآن پر اکتفاء کرکے احادیث رسول کا سہارا نہ لیں تو یقیناً واضح طور پر دھوکہ ہوسکتا ہے۔ پروردگار عالم جل مجدہ نے اپنے رسول دانائے غیوب ﷺ کو مکمل اختیار عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے اور ان کے فرمان کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمارہا ہے:

وما ینطق عن الهوی ان هوالا وحی۔ یوحی پ۲۸، سورۃ انجم۔

مگر حیرت واستعجاب کی کوئی انتہا نہیں ہے ایسے کج فہموں کے لئے جنہوں نے حدیث رسول کو جھٹلا کر اپنی عاقبت ہمیشہ وہمیش کے لئے تباہ وبرباد کرلیا۔ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کے

مذموم اعتقادات ونظریات اور ایسے گھناؤنے سازشی تحریکات سے محفوظ ومامون رکھے۔آمین۔

زیرِ نظر رسالہ ''چکڑالوی فرقہ احادیث کی روشنی میں'' محب محترم حضرت علامہ الحاج شمس الحق صاحب فیضی صدرالمدرسین دارالعلوم نورالعلوم ٹنڈوا کی تالیف وترتیب ہے موصوف ایک ذمہ دار باصلاحیت دینی ومذہبی تڑپ رکھنے والے متدین عالم دین ہیں پروردگار عالم جل مجدہ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل مرتب موصوف کو اجر جزیل عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو اس فرقے کی بدمذہبیت سے محفوظ ومامون رکھے۔آمین۔بجاہ حبیبہ الکریم ﷺ

جمال احمد خان رضوی

استاذ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف، ایس نگر

۲۱رصفر المظفر ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴راپریل ۲۰۰۳ء

عرض حال

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد۔

یہ جاننا چاہئے کہ اسلام میں کلام اللہ (قرآن) کے بعد کلام رسول اللہ (حدیث) کا درجہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اللہ کے بعد رسول اللہ کا مرتبہ ہے، قرآن گویا لیمپ کی بتی اور حدیث اس کی رنگین چمنی جہاں قرآن کا نور ہے وہاں حدیث کا رنگ ہے قرآن سمندر ہے حدیث ان کا جہاز قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفصیل ہے۔ قرآن ابہام ہے حدیث اس کی شرح ہے، قرآن روحانی طعام ہے حدیث رحمت کا پانی ہے کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جائے، ایسے ہی حدیث کے بغیر نہ قرآن سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی خارجی دونوروں کا محتاج کیا ہے۔ نور بصر کے ساتھ نور قمر وغیرہ بھی ضروری ہے۔ اندھے کے لئے سورج بیکار، اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ ایسے ہی قرآن گویا سورج ہے حدیث گویا مومن کی آنکھ کا نور ہے اور حدیث آفتاب نبوت کی شعائیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں، اسی لئے رب العالمین نے قرآن کو کتاب فرمایا اور حضور کو نور۔ اور ارشاد فرمایا: قد جاء کم من الله نور یقین کرو کہ کتاب اللہ خاموش قرآن ہے اور رسول اللہ کی زندگی شریف چلتا پھرتا اور بولتا ہوا قرآن ہے، وہ قال ہے یہ حال ہے، حضور کی ہر ادا قرآنی آیات کی تفصیل ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ۔

تیرے کردار کو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں

غرضیکہ قرآن وحدیث اسلام کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، یا مومن کے دو پر جن میں سے

ایک کے بغیر نہ یہ گاڑی چل سکتی ہے نا مومن پرواز کر سکتا ہے، مگر شامت اعمال سے اب وہ بھی پیدا ہوگئے ہیں جو سرے سے حدیث کا انکار ہی کرنے لگے، انکا فتنہ بہت پھیل رہا ہے انکار حدیث پر بے شمار دلائل قائم کئے جانے لگے مگر انکار حدیث کی بنیاد چند شبہوں پر ہے، اگر یہ زائل ہو جائیں تو تمام اعتراضوں کی عمارت خود بخود گر جائے گی۔

اعتراض نمبر ۱:۔ قرآن مکمل کتاب ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے، پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے، نیز اس کا سمجھنا بھی آسان ہے، اللہ فرماتا ہے: ولقد یسرنا القرآن للذکر۔

جواب نمبر ۱:۔ بیشک قرآن مکمل کتاب ہے مگر اس مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہئے اور مکمل ہستی نبی کریم ﷺ ہیں۔

سمندر سے موتی ہر شخص نہیں نکال سکتا، شناور کی ضرورت ہے، قرآن حفظ کے لئے آسان ہے بچے بھی یاد کر لیتے ہیں نہ کہ مسائل نکالنے کے لئے اسی لئے للذکر فرمایا گیا۔یعنی یاد کرنے کے لئے۔

اعتراض نمبر ۲:۔ رسول رب کے قاصد ہیں جن کا کام ڈاکیے کی طرح رب کا پیغام پہونچانا ہے۔ (معاذ اللہ) نہ کہ کچھ سمجھانا اور بتانا۔ رب فرماتا ہے لقد جاء کم رسول۔

جواب نمبر ۲:۔ نبی کریم ﷺ رسول بھی ہیں اور خدائی کے معلم بھی مسلمانوں کو صاف اور ستھرا فرمانے والے بھی رب فرماتا ہے یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ اور وہ رسول ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے، کیا چکڑالوی صاحب بعض آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ مشین کا استعمال سکھانے کے لئے مشین والوں کو کارخانے کی طرف سے کتاب بھی دی جاتی ہے اور معلم بھی بھیجے جاتے ہیں، کارخانہ قدرت کی طرف ہمیں جسم کی مشین دی گئی ہے اور اسکا استعمال سکھانے کے لئے کتاب قرآن شریف اور معلم حضور بھیجے

گئے ہیں۔

معلم خدائی کے وہ بن کر آئے ☆ جھکے ان کے آگے سب اپنے پرائے

اعتراض نمبر ۳:۔ موجودہ حدیثیں حضور کا فرمان ہی نہیں ہیں یہ تو بعد میں لوگوں نے گڈھ کے بنالی ہیں کیونکہ زمانہ نبوی میں لکھنے کا اتنا رواج ہی نا تھا۔

جواب نمبر ۳:۔ پھر قرآن کی بھی خیر نہیں اس لئے کہ زمانہ نبوی میں سارا قرآن لکھا ہی نہیں گیا نہ کتابی شکل میں جمع ہوا بلکہ خلافت عثمانیہ میں اسے جمع کیا گیا۔ چکڑالوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ زمانہ نبوی میں قلم سے زیادہ حافظہ پر اعتماد تھا صحابہ کرام کو غضب کے حافظے اللہ نے عطا فرمائے تھے۔ بعد میں ضرورت پیش آنے پر قرآن بھی سینوں اور کاغذ کے پرچوں وغیرہ سے جمع کیا گیا۔ بعینہ یہی حال احادیث نبویہ کا ہے۔ عہد رسالت میں کتابت حدیث کے چند نمونے:

﴿۱﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ نے سیکڑوں احادیث لکھیں ان کے مجموعے کا نام صادقہ تھا، احادیث کا ایک مجموعہ حضرت انس نے لکھا تھا جس کی روایت قتادہ نے کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث لکھوائی تھی یہ ذخیرہ ان کے صاحبزادے کے پاس تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہم نے ایک کتاب میں احادیث کو جمع فرمایا تھا جس کا نام ہی کتاب سعد بن عبادہ تھا یہ کئی پشتوں تک ان کے خاندان میں رہا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دفتر کے دفتر احادیث لکھی یا لکھوائی تھی۔

حمام بن مبنہ کا صحیفہ جو حضرت ابو ہریرہ کے انہیں دفتروں سے نقل ہوا تھا اب چھپ بھی گیا ہے جس کی اکثر احادیث بخاری و مسلم و مسند امام احمد میں بعینہ وبلفظہ موجود ہے۔ اور ابن عمر

رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہے۔ بینما نحن حول رسول الله صلى الله عليه وسلم نكتب (دارمی ص ٦٨) اس وقت کہ ہم حضور کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے اس سے ظاہر ہوا کہ عام طور پر کچھ صحابہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد لکھا کرتے تھے پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ زمانہ نبوی میں حدیث لکھنے کا رواج ہی نہیں تھا۔ ہم نے انہیں کی رد میں یہ کتاب تحریر کی ہے اور حدیث کی اہمیت کا ایک طویل باب باندھا ہے پھر ان احادیث کو جمع کردیا جن سے چکڑالویوں کے عقائد فاسدہ کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے جس کی خبر پیغمبر اسلام ﷺ نے پندرہ سو برس پہلے دی تھی۔ اور یہ بھی واضح کردیا ہے کہ جو چیزیں قرآن میں نہ ہوں صرف احادیث نبوی سے ثابت ہوا س پہ وہ بے روک ٹوک عمل کریں۔

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ پروردگار عالم ہماری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمارے لئے نجات اخروی کا سبب بنائے۔ ہم آخر میں اپنے ان تمام معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب واشاعت میں میری بھرپور مدد کی اور بڑی ناسپاسی ہوگی اگر حضرت علامہ جمال احمد خان صاحب رضوی استاذ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کا ذکر نہ کیا جائے کہ موصوف کی غایت درجہ مہربانی اور کرم فرمائی سے یہ کتاب قابل اشاعت ہوئی نیز طباعت واشاعت کی جاں گداز منزلوں کو میرے لئے آسان تر فرما دیا۔

پروردگار عالم ہمارے تمام معاونین وکرم فرماؤں پر اپنا فضل خاص فرما کر دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ النبی الکریم ﷺ

محمد شمس الحق فیضی
صدر مدرس دارالعلوم اہل سنت نورالعلوم
ٹنڈوا، ضلع سدھارتھ نگر

چکڑالوی فرقے پر ایک نظر

چکڑالوی فرقہ کا بانی عبداللہ چکڑالوی ہے۔ جو چکڑالہ ضلع میانوالی پنجاب میں پیدا ہوا۔ یہ بہت مالدار اور لنگڑا تھا۔ اور بہت آرام طلب تھا گھر ہی میں رہ گیا علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر نہیں کیا۔ صرف قرآن کا ترجمہ دیکھ کر حرام و حلال ہونے کا فیصلہ دیتا تھا۔ اس کا مقصد تھا کہ ہمارے لئے قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں جب سب کچھ ہے تو حدیث کی کیا ضرورت حدیث کی تدوین تو بہت بعد میں ہوئی ہے اور لوگوں نے اس میں ملاوٹ شروع کردی ہے۔ اپنی تحقیق پر اعتماد کرو اور صاحب قرآن سے الگ ہوجاؤ۔ یہ تمام بکواس ہی بے دینیت کی جڑ ہے اگرچہ یہ فرقہ تیرہ سو برس بعد پیدا ہوا مگر اس کی جانب سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری ہی میں اشارہ فرمادیا تھا۔ جیسا کہ حدیث شریف سے ظاہر ہے۔

عن ابی رافع قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا الفین احدکم متکئا علی ارکه یاتیه الامر من امری امرت به او نهیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب الله اتبعناه ورواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجة والبیهقی فی دلائل النبوة.

روایت ہے حضرت ابورافع سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم سے کسی کو مسہری پر تکیہ لگائے نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہونچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن شریف میں پائیں گے ہم تو اس کی پیروی کریں گے۔ اس حدیث کو احمد وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے دلائل النبوہ میں۔

یہ فرقہ اپنے علاقہ میں زور تو نہیں پکڑ سکا مگر اس نظریئے کے کچھ لوگ سامنے آئے اور

ان کے سوالیہ انداز سے محسوس ہوا کہ وہ چکڑالوی فرقہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ اس موضوع پر ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس کے ذریعہ چکڑالوی فرقہ کے عقائد باطلہ سے قوم کو باخبر کیا جائے۔اور حدیث نبویہ کی روشنی میں حدیث کی ضرورت اور اہمیت نیز تاریخ وتدوین بھی پیش کیا جائے۔اور یہ بتایا جائے کہ بغیر حدیث پاک کے ایمان ہی نہیں رہ سکتا ہے۔اور بہت سی وہ چیزیں جس کی تفصیل قرآن پاک میں نہیں ہے یا ان کے حرام وحلال ہونے کا فیصلہ قرآن نے نہیں دیا ہے مگر حدیث شریف کی روشنی میں ان کے حلال وحرام ہونے کا حکم دیا جاتا ہے جیسے کہ گدھا، کتے، بلوں اور پھاڑنے والے درندے نمازوں میں تعداد رکعت وغیرہ ان کا بالتفصیل حکم قرآن پاک میں نہیں ہے۔سرکار دوعالم ﷺ نے حدیث مبارکہ میں گدھوں کتوں اور بلوں وغیرہ کو حرام کیا ہے۔اب جو حدیث کا منکر ہو اسے چاہئے کہ گدھوں کتوں اور بلوں کو بھی بڑے شوق سے کھائے۔نیز ایسے لوگوں کی نمازوں کا کیا حال ہوگا۔اس لئے کہ قرآن نے صرف اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فرمایا مگر تعداد رکعت وطریقہ نماز نہیں بتایا اسے حدیث شریف سے جانا گیا: زکوۃ دینے کا حکم قرآن نے دے دیا مگر نقد وجنس میں کس میں کتنی فرض ہے قرآن خاموش ہے۔حدیث مبارکہ نے اس کی توضیح فرمائی اور چکڑالیوں کا یہ کہنا کہ حدیث شریف کی تدوین زمانۂ نبوی کے بہت بعد ہوئی ہے یہ سراسر غلط وبے بنیاد ہے اس لئے کہ زمانۂ نبوی میں جس طرح قرآن پاک کے لکھنے کا رواج تھا ایسے ہی صحابہ کرام حدیث شریف کو بھی لکھا کرتے تھے اور آپس میں اس کا دور بھی کیا کرتے تھے جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے مولائے قدیر میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے ذریعہ گم گشتگان راہ کو ہدایت نصیب فرمائے۔ ☆

احادیث کی اہمیت قرآن کی روشنی میں

یہ بات ہر دیندار مسلمان کو معلوم ہے کہ دین کے اصول وفروع اعتقادات عملیات سب کی بنیاد قرآن واحادیث ہیں اجماع امت اور قیاس کی جو بھی حیثیت ہے وہ کتاب اللہ واحادیث ہی کی بارگاہ سے سند ملنے کے بعد ہے اور یہ دونوں واجب الاعتقاد والعمل ہونے میں مساوی درجہ رکھتے ہیں، احادیث سے انکار کے بعد قرآن پر ایمان کا دعوی باطل محض ہے، اس لئے کہ قرآن مجید نے ایک نہیں سیکڑوں جگہ رسول کی اطاعت واتباع کا حکم دیا ہے، وہ بھی اس طرح کہ رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع الله۔ السورة النساء آیت ٨٠ — جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہی قرار دیا کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

ومآ ارسلنا مِنْ رَّسولٍ اِلَّا لِیُطاعَ باذن اللهِ۔ (السورة النساء آیت ٦٤) — ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ تعالی کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

جگہ جگہ فرمایا اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، کہیں فرمایا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑا کامیاب ہوا، جس نے اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ضرور گمراہ ہوا کہیں فرمایا کہ مومن کی شان یہ کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کے لئے بلائیں تو بلا دریغ یہ کہے کہ ہم نے سنا اور مانا۔ ارشاد

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوآ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ السورة النور آیت ٥١ — مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا۔

جن لوگوں نے رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنے میں چون وچرا کیا ان کے بارے میں صاف صاف فرمایا کہ وہ مومن نہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ	تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں
فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ	گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں
اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا	حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں
تَسْلِيْمًا۔ السورۃ النساء آیت ٦٥	اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

یہاں تک کہ رسول کے پکارنے کو اللہ نے اپنا پکارنا قرار دیا ہے۔

يـا ايهـا الـذيـن آمـنوا ستجيبوا لله	اے ایمان والو جب اللہ اور رسول تمہیں پکاریں تو تم
للرسول اذا دعاكم۔ السورۃ انفال آیت ٢٤	فوراً حاضر ہو جاؤ۔

رسول کی نافرمانی تو بڑی بات ہے نافرمانی کی سرگوشی پر بھی پابندی لگادی گئی ہے ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا	اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورہ کرو تو گناہ
تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ	اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشورت
الرَّسُوْلِ۔ السورۃ المجادلۃ آیت ٩	نہ کرو۔

حتی کہ رسول کی نافرمانی کو منافقین کا طریقہ بتایا ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب
وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ	اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منھ
عَنْكَ صُدُوْدًا۔ السورۃ النساء آیت ٦١	موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ دوزخ میں حسرت سے یہ منافقین کہیں گے:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ	جس دن ان کے منہ الٹ پلٹ کر آگ میں تلے
يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا	جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے
الرَّسُوْلَا۔ السورۃ الاحزاب آیت ٦٦	اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ کنز الایمان

یہاں تک کہ رسول کے فیصلہ کے بعد ایمان والوں کا یہ اختیار اللہ عزوجل نے سلب کرلیا کہ وہ مانیں یا نہ بلکہ انھیں بارگاہ رسول میں سر تسلیم خم کرنا ہی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا۔

الاحزاب آیہ ۳۶

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما رہا ہے کسی مومن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ اللہ ورسول کوئی فیصلہ کردیں تو انھیں اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نا مانے وہ ضرور کھلا ہوا گمراہ ہے۔

رسول کی مخالفت پر ببانگ دہل ۴ عذاب کے تعلق سے ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔ النساء آیة ۱۱۵

اس کے بعد کہ حق کا راستہ واضح ہو چکا جو بھی رسول کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کے راستہ کو چھوڑ کر اور کوئی راستہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں لے جائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ،

النور آیة ۶۳

جو لوگ رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں انہیں کوئی فتنہ پہونچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے

قرآن مجید کے ان ارشادات کی روشنی میں واضح طور سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت ضروری ہے اور اللہ کے ساتھ ساتھ رسول کی نافرمانی پر وعید نازل ہے۔ رسول کے بلانے کو اللہ نے اپنا بلانا قرار دیا، رسول کی نافرمانی کے لئے سرگوشی بھی منع فرمائی، رسول کے فیصلہ کو واجب التسلیم قرار دیا، وہ بھی اس حد تک کہ جو رسول کے فیصلے کو نہ مانے

اس میں ذرا بھی تکرار کرے وہ مومن نہیں، رسول کے حکم سے روگردانی کرنے والوں کو منافق فرمایا، رسول کے حکم کو اس درجہ واجب الاتباع قرار دیا کہ رسول کے حکم کے بعد نہ ماننے کا کسی مومن کو حق نہ دیا، جو نہ مانے اس کے لئے جہنم کی وعید سنائی، کیا یہ سب اپنی اس کی دلیل نہیں کہ جس طرح اللہ عزوجل کا ہر ارشاد واجب التسلیم ہے، اسی طرح رسول کا بھی ہر فرمان واجب الاعتقاد والعمل ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول کے مابین تفریق کرنے والوں کو صاف صاف سنادیا گیا ہے۔

وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيدُونَ أَنْ يَّتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے، اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں یہی ہے ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

السورۃ النساء آیت ۱۵۱، پ ٦

تو رسول کو واجب الاتباع نہ ماننے کا مطلب ہوا ان آیتوں کا انکار اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا انکار پورے قرآن کا انکار ہے افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ البقرۃ آیۃ ۸۵ کیا کچھ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کرتے ہو۔

غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں جو قرآن مجید میں مذکور نہیں، صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پایا۔ مثلاً اذان

(۱) **اذان** قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں کہ نماز پنجگانہ کے لئے اذان دی جائے مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعار اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

(۲) **نماز جنازہ** قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں، مگر یہ بھی فرض ہے، اس کی

بنیاد ارشاد رسول ہی ہے۔

(۳) بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں، مگر تحویل قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا یہ بھی صرف ارشاد رسول ہی سے تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد صرف ارشاد رسول ہی ہے اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوتی تو کوتاہی کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی مثلاً ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جمعہ کا خطبہ ہورہا تھا اسی اثناء میں ایک قافلہ آگیا کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَا ۨ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ السورۃ الجمعۃ آیت ۱۱

انہوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

یہ صرف اسی بناپر ہے کہ قرآن کی طرح ارشاد رسول ﷺ بھی واجب الاعتقاد والعمل ہے اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن خدا کی کتاب ہے۔ واجب القبول ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی اور اگر لکھی لکھائی جلد بندھی بندھائی کتاب اتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ خدا کی کتاب ہے کہیں سے بھی اڑ کر آسکتی ہے کوئی فریب کار خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا کوئی فرشتہ ہے۔ کوئی جن ہے یا کوئی شیطان یا کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں میں فرشتہ ہوں یہ خدا کی کتاب لایا ہوں۔ غرضیکہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقین قطعی دلیل نہیں رہ جاتی۔ ساری دلیلوں کا منتہی یہ ہے کہ رسول نے فرمایا یہ خدا کی کتاب ہے۔ یہ جبرئیل ہیں۔ یہ آیت لے کر آتے ہیں۔ کتاب اللہ کی معرفت اور

کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبرئیل کی معرفت قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی نہ قابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہ رہ جائے گا۔ غور کیجئے رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں انھیں میں یہ فرمایا مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی سننے والے صحابۂ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا وہ احادیث قرار پائیں اب کوئی بتائے ایک منھ سے دو قسم کی باتیں نکلیں ایک قسم مقبول اور دوسری قسم مردود، یہ کس منطق سے درست ہوگا ایک قسم کو مردود قرار دینے کا مطلب ہوگا دوسری قسم کو بھی مردود قرار دینا غرضیکہ حدیث کے ناقابل قبول ماننے کے بعد قرآن کا بھی ناقابل قبول ہونا لازم آئے گا۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن کریم میں تمام چیزوں کا بیان ہے مگر ان میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے لئے مجمل اور مبہم ہیں۔ مثلاً عبادات اربعہ نماز روزہ زکوۃ حج کو لے لیجئے قرآن مجید میں ان سب کا حکم ہے۔ مگر کیا قرآن مجید سے ان عبادات کی پوری تفصیل کوئی بتا سکتا ہے۔ اگر احادیث کو ناقابل اعتبار ٹھہرا دیا جائے تو پھر ان عبادات پر عمل کیسے ہوگا۔ کیونکہ ان سب کی ہیئت ان سب کی تفصیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔ جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔

صلو کما رائیتمونی اصلی۔ متفق علیہ۔ اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ عبادات سے قطع نظر قرآن مجید کی سیکڑوں آیات وہ ہیں کہ اگر ان کی توضیح احادیث میں مذکور نہ ہوتی تو وہ لاینحل رہ جاتیں مثلاً ارشاد ہے۔

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

السورۃ التوبہ ٤١

اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا اللہ نے ان کی اس وقت مدد کی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب رسول اپنے ساتھی سے فرماتے تھے غم نہ کھا اللہ ضرور ہمارے ساتھ ہے۔

احادیث سے قطع نظر کر کے کون بتا سکتا ہے کہ کافروں نے کیا شرارت کی تھی رسول کو کہاں سے باہر تشریف لے جانا پڑا یہ ساتھی کون تھے، یہ غار کون تھا، اور کیوں ساتھی کو تسلی و تشفی دینے کی ضرورت پیش آئی، دوسری جگہ فرمایا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ

السورۃ التوبہ آیت ۲۵

بیشک اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد فرمائی۔

یہ جگہیں کون کون ہیں صرف قرآن سے کوئی بتا سکتا ہے۔اور فرمایا

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوا۔

التوبہ آیۃ ۱۱۸

ان تینوں پر اللہ کی مہربانی ہوتی جن کے معاملہ کو ملتوی فرمادیا گیا۔

یہ تینوں کون تھے ان کا معاملہ کیا تھا کیوں ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا بغیر احادیث کے ان کے سوالوں کے جوابات دینا ناممکن ہے اور ارشاد ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔ التوبہ ۱۰۸

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ پہلے ہی دن سے اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس میں ایسے لوگ ہیں جو اچھی طرح پاکی پسند کرتے ہیں۔

یہ مسجد کون ہے یہ لوگ کون ہیں جو احادیث سے قطع نظر کرتے ہیں کوئی بتائے تو۔

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ قرآن میں اس کی سیکڑوں مثالیں ہیں کہ اگر احادیث میں ان کی توضیح نہ ہوتی تو ان کا ابہام کسی طرح دور نہ ہو سکتا تھا۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کے بعد قول رسول کو حق نہ تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں اسی وجہ سے عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام امت بلا نکیر منکر قرآن و احادیث کو واجب الاعتقاد و واجب العمل مانتی چلی آئی ہے۔البتہ اس زمانے

میں بعض کلمہ گوئی کا دعویٰ کرنے والے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو احادیث کو نا قابل قبول مانتے ہیں۔لیکن دیگر بد مذھبوں کی طرح دامن بچا کر یوں کہتے ہیں کہ قول رسول سے ضرور محبت ہے۔

مگر آج جو حدیث کا ذخیرہ موجود ہے وہ رسول کے اقوال و اعمال کا مجموعہ نہیں یہ عجمی نو مسلموں نے سازش کر کے اپنی من مانی باتوں کو رسول کیطرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ قطعاً لائق اعتبار نہیں۔

اپنے اس دعوے پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آج احادیث کے جو دفتر ملتے ہیں ان میں کوئی بھی نہ عہد نبوی میں مرتب ہوا اور نہ عہد صحابہ میں حتیٰ کہ عہد تابعین میں بھی مرتب نہ ہوا یہ سب دفاتر دوسری تیسری صدی اور اسکے بعد مدون کئے گئے ہیں اتنی لمبی مدت تک لاکھوں لاکھ احادیث یاد رکھنا انسان کے بس کی بات نہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اکثر محدثین عجمی النسل ہیں امام بخاری بخارا کے، امام مسلم نیشا پور کے، امام ترمذی ترمذ کے، ابوداؤد بحستاں کے، ابن ماجہ قزوین کے باشندے تھے اور یہ وہ مسلم الثبوت محدثین ہیں کہ فن حدیث میں ان کی ہر بات حرف آخر سمجھی جاتی ہے منکرین حدیث کے اس دعویٰ کی بنیاد اس پر ہے کہ دوسری صدی سے پہلے احادیث لکھی نہیں گئیں صرف زبانی یادداشت پر اعتماد رہا اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ احادیث کی کتابت کا کام عہد رسالت ہی میں شروع ہوا ہے اور ہر دور میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا تو ان کے دعوے کا کوئی وزن باقی نہیں رہ جائیگا۔ اس لئے ہم پہلے ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ کتابت حدیث کا کام عہد رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا اور ہر عہد میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا ہے۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث

﴿۱﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سیکڑوں احادیث لکھیں ان کے

مجموعے کا نام صادقہ تھا بخاری، اصابہ، طبقات ابن سعد۔

﴿۲﴾ احادیث کا ایک مجموعہ حضرت انس نے لکھا تھا (بخاری تدریب الراوی)

حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں:

کان یملی الحدیث حتی اذاکثر علیه الناس جاء محمال من کتب القاها ثم قال هذه احایث سمعتها وکتبتها عن رسول الله وعرضها علیه ۔ تفسیر العلم (صفحہ ۹۵،۹۶)	حضرت انس حدیث لکھوایا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو وہ کتابوں کا صفحہ لیکر آئے اور لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا یہ وہ احادیث ہیں جنہیں میں نے رسول اللہ سے سن کر لکھی ہیں اور آپ کو پڑھکر سنا بھی دی ہے۔

﴿۳﴾ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی احادیث لکھوائی تھیں یہ ذخیرہ ان کے صاحبزادے کے پاس تھا۔ (جامع بیان العلم)

﴿۴﴾ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کتاب میں احادیث کو جمع فرمایا تھا۔ جس کا نام ہی کتاب سعد بن عبادہ تھا، یہ کئی پشتوں تک ان کے خاندان میں رہا۔ (مسند امام احمد)

﴿۵﴾ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔

﴿۶﴾ حضرت ابو ہریرہ نے بھی دفتر کے دفتر احادیث لکھی یا لکھوائی تھیں (فتح الباری)

ہمام ابن منبہ کا صحیفہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے انہیں دفتروں سے نقل ہوا تھا اب چھپ بھی گیا ہے، جس کی اکثر احادیث بخاری، مسلم، مسند امام احمد میں بعینہ و بالالفاظہ موجود ہیں۔

﴿۷﴾ سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک مجموعہ تیار کیا تھا تہذیب اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے بینما نحن حول رسول الله نکتب (دارمی صفحہ ۶۸) اس وقت کہ ہم لوگ حضور کے اردگرد بیٹھے لکھ رہے تھے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ عام طور پر کچھ صحابہ حضور کے ارشاد لکھا کرتے تھے، ابن عباس اور ابن عمر کے صحائف کا ذکر ملتا ہے۔

یروی عن عبدالله بن عمر کان اذا خرج الی السوق نظر فی کتبه وقد اکدالراوی ان کتبه کانت فی الحدیث۔ (الجامع الاخلاق الراوی وآداب السامع ص ۱۰۰)

عبداللہ ابن عمر کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ جب بازار جاتے تو اپنی کتابوں پر ایک نظر ڈال لیا کرتے، راوی نے بتاکید یہ بات کہی کہ یہ کتابیں حدیث کی تھیں۔

حضرت ابن عباس کے چند صحیفے تھے، طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں ان کے چند صحیفے لیکر حاضر ہوئے تاکہ وہ ان لوگوں کو ان میں تحریر کردہ احادیث سنا دیں اس وقت حضرت ابن عباس کی بینائی کمزور ہوچکی تھی وہ پڑھ نہ سکے فرمایا تم لوگ مجھے پڑھ کر سناؤ، تمہارا سنانا اور میرا پڑھنا برابر ہے۔ (طحاوی صفحہ ۳۸۴ ج ۲)

ظاہر ہے کہ یہ وہی صحیفے تھے جو انھوں نے عہد نبوی میں لکھے تھے، اور اگر مان لیا جائے کہ حضور علیہ ﷺ کے وصال اقدس کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہوگا کہ عہد صحابہ میں احادیث لکھی گئیں اور منکرین تو مطلقاً عہد صحابہ میں بھی کتابت حدیث کے منکر ہیں نحن نکتب سے اشارہ ملتا ہے کہ اس خدمت کو ایک جماعت انجام دیتی تھی اور اس کی تائید دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے۔

کان عندرسول الله صلی الله علیه وسلم ناس من اصحابه وانا معهم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی الله علیه وسلم من کذب علی متعمدآ افلیبوأ مقعده من النار فلماخرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنهمکون فی الحدیث عن رسول الله صلی الله علی وسلم فضحکو او قالو ایا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منه عند نافی کتاب۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵۱، جلد ۱)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں کچھ صحابہ حاضر تھے اس میں میں بھی تھا میں سب سے کم عمر تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے پھر جب لوگ باہر آئے تو میں نے ان سے کہا حضور نے جو فرمایا وہ آپ لوگوں نے سنا اس کے باوجود اتنی کثرت سے آپ لوگ کیسے حدیثیں بیان کرتے ہیں، وہ لوگ ہنسے اور کہا اے بھتیجے جو کچھ میں نے حضور سے سنا ہے وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

اس کے علاوہ جستہ جستہ بہت سے احکام ومسائل کے بارے میں یہ ثبوت موجود ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے۔

﴿۱﴾ ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق اور مکہ کی حرمت کے مسائل بیان فرمائے اس پر ایک یمن کے باشندے نے خواہش ظاہر کی یہ احکام لکھوا کر عنایت فرمائیں آپ نے فرمایا اکتبو لابی شاہ یہ احکام ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔ (بخاری ابوداؤد)

﴿۲﴾ حضور صلی اللہ نے دیت (خون بہا) کے مسائل لکھوا کر بھجوائے۔ مسلم شریف ص ۴۹۵

﴿۳﴾ حضور صلی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے پاس مردہ جانوروں کے احکام لکھوا کر بھجوائے۔ مشکوٰۃ ابوداؤد

﴿۴﴾ حضور اقدس ﷺ نے زکوٰۃ کے متعلق مسائل کو ایک جگہ لکھوایا تھا جس کا نام کتاب الصدقہ تھا مگر عمال وحکام تک اسے روانہ نہ فرما سکے اور وصال ہوگیا حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے عہد میں اسی کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم جاری کیا، اور اسی کے مطابق زکوٰۃ وصول ہوتی تھی۔ (ابوداؤد)

﴿۵﴾ اس کتاب الصدقہ کا مضمون وہ ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس کو دیا تھا جس وقت انہیں بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تھا، اس میں اونٹوں، بکریوں، اور سونے، چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل تھی، بخاری صفحہ ۱۹۴ جلد اول

﴿۶﴾ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیات مبارکہ کے اخیر ایام میں کثیر احادیث کا ایک صحیفہ لکھوا کر عمر بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست یمن بھجوایا تھا، موطا امام مالک صفحہ ۲۳۱ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے پاس ایک مکتوب عمر بن حزم کے ہاتھ بھیجا تھا جس میں فرائض سنن اور دیات لکھے تھے۔

﴿۷﴾ زکوٰۃ کے احکام پر مشتمل ایک صحیفہ ابوبکر بن حزم والی بحرین کو لکھوایا تھا۔ یہ صحیفہ دیگر امراء کو بھی بھیجا گیا تھا یہ مکتوب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم سے لے

لیا تھا۔ (دار قطنی مسند امام احمد)

﴿۸﴾ زکوۃ وصول کرنے والے عاملین کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریریں تھیں۔ (دار قطنی)

﴿۹﴾ عمر بن حزم کو یمن کا حاکم بناتے وقت فرائض، صدقات، طلاق، عتاق، نماز، مصحف شریف چھونے سے متعلق احکام پر مشتمل ایک تحریر لکھائی تھی۔ (مسند امام احمد، مستدرک، کنز العمال)

﴿۱۰﴾ مختلف فرائض و احکام جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کو بھیجے۔

﴿۱۱﴾ معاہدات کی تحریریں مثلاً صلح حدیبیہ وغیرہ ابن ماجہ، طبعات ابن سعد۔

﴿۱۲﴾ وہ مکتوبات گرامی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلاطین و امرء کے پاس بھیجے۔

﴿۱۳﴾ عبداللہ بن حکم صحابی کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر تھی جس میں مردہ جانوروں کے احکام مذکور تھے۔ (معجم صغیر طبرانی)

﴿۱۴﴾ نماز، روزہ، سود، شراب، وغیرہ کے مسائل وائل بن حُجر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے تھے۔

﴿۱۵﴾ اُشیم نامی مقتول کی بیوی کو اپنے مقتول شوہر کی دیت دلانے کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا۔ یہ فرمان ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس تھا۔ (ابوداؤد، دار قطنی)

﴿۱۶﴾ ترکاریوں، سبزیوں، پر زکوۃ نہیں یہ حکم نامہ لکھوا کر حضرت معاذ بن جبل کے ہاتھ یمن بھجوایا تھا۔ (دار قطنی)

﴿۱۷﴾ رافع بن خدیج صحابی کے پاس ایک مکتوب گرامی تھا جس میں یہ مندرج تھا کہ مدینہ بھی مثل مکہ حرم ہے۔ (مسند امام احمد)

﴿۱۸﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ احکام لکھوا کر دیئے تھے جو ان کے پاس تھا۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۱)

﴿۱۹﴾ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تم نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ انھوں نے کچھ احادیث لکھوا کر بھیجیں۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۰۸۳)

ایک شبہے کا ازالہ

کچھ لوگوں کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے شبہہ ہوتا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ لا تکتبوا عنی من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه۔ (مسلم جلد ثانی صفحہ ۴۱۴) قرآن کے علاوہ میری کوئی حدیث نہ لکھو۔ اگر لکھے ہو تو اسے مٹا دو۔

اولاً: علماء کو اس حدیث کے صحت میں کلام ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا یہ درحقیقت حضرت ابوسعید پر موقوف ہے۔ یعنی ارشاد رسول نہیں، وہ انہیں کا قول ہے۔

ثانیاً برتقدیر صحت علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں،

۱۔ یہ ممانعت نزول قرآن کے وقت کے ساتھ خاص ہے یعنی جب قرآن نازل ہو رہا تھا یا جب میں قرآن لکھوا رہا ہوں تو اس وقت صرف قرآن ہی لکھو۔

۲۔ حدیث و قرآن کو ایک ہی چیز پر مت لکھوان دونوں صورتوں میں قرآن کا حدیث کے ساتھ اختلاط کا اندیشہ قوی تھا۔

۳۔ ممانعت کا حکم مقدم ہے یعنی بالکل ابتدائی دور میں تھا بعد میں جب قرآن کے ساتھ احادیث کے التباس کا خطرہ نہ رہا تو اس وقت احادیث لکھنے کی اجازت دے دی۔

۴۔ اس کے بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر یہ لکھیں گے تو زبانی یاد نہ رکھیں گے صرف کتاب کے بھروسہ پہ رہ جائیں گے انھیں احادیث لکھنے سے منع فرمایا اور جنکے بارے میں یہ اندیشہ نہ تھا بلکہ اطمینان تھا کہ وہ لکھیں گے تو زبانی یاد رکھیں گے تو انہیں لکھنے کی اجازت دے دی۔

(فتح الباری جلد اول ۱۸۳)

عہد صحابہ میں کتاب حدیث

یہ صحیح ہے کہ کچھ صحابہ کچھ تابعین احادیث لکھنے کو ناپسند کرتے تھے کہ جسے ہم نے زبانی سن کر یاد کیا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی صرف زبانی یاد رکھیں، مگر یہ بات عام صحابہ میں نہ تھی، حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ علم لکھ کر مقید کرلو، (دارمی صفحہ ٦٨ مستدرک صفحہ جلد اول ١٠٦) انہیں دونوں کتابوں میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی قول منقول ہے اور دارمی میں حضرت ابن عمر کا بھی چنانچہ اس ارشاد پر عمل ہوا۔

١۔ حضرت انس نے محمود بن ربیع سے حضرت عتبان کی ایک طویل حدیث سنی تو اپنے صاحزادے کو حکم دیا اسے لکھ لو صاجزادے نے لکھا۔

(طحاوی جلد دوم ص ۳۸۴، مسلم شریف ج ١، ص ۴٦)

حضرت انس نے اپنے لڑکے سے حدیث لکھوائی۔ (طحاوی ج ۲، ص ۳۸۴)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی احادیث لکھوا کر یا خود لکھ کر محفوظ کر دیا تھا، حسن بن عمرو کہتے کہ حضرت ابو ہریرہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور احادیث کی متعدد کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو یہ سب میرے یہاں لکھی ہوئی ہیں۔ (فتح الباری جلد اول ١٨۴)

۳۔ بشیر بن نہیک حضرت ابو ہریرہ کی کتابیں عاریۃً لیکر نقل کرتے نقل کے بعد ان کو سناتے، سنانے کے بعد پوچھتے میں نے آپ کو جو سنایا ہے، وہ سب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہاں۔ (طحاوی جلد ۳۸۵۲)

۴۔ ابان مشہور تابعی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ساگوان کی تختیوں پر احادیث لکھا کرتے تھے۔ (دارمی)

۵۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں بیٹھ کر احادیث

نبوی پوچھ کر لکھ لیتے تھے۔

۶۔ حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ میں ابن عمر سے جو احادیث سنتا ان کو لکھ لیتا۔

(دارمی)

۷۔ یہی حضرت سعید بن جبیر اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیثیں لکھا کرتے تھے کاغذ بھر جاتا تو کسی اور چیز پر لکھتے۔

(دارمی صفحہ ۱۶۹ الطحاوی جلد دوم ۳۸۴)

۸۔ حضرت ابن عمر کی مرویات کو خاص طور سے نافع نے جمع کیں، طبقات ابن سعد وغیرہ۔

۹۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی احادیث کو عروہ بن زبیر نے لکھ لیا تھا۔ (الکفایہ ص ۱۲۹)

۱۰۔ حضرت جابر کی حدیث قتادہ بن دعامہ سروسی نے لکھ کر جمع کر لیا تھا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۷ صفحہ ۲)

۱۱۔ حضرت ابن عباس کی مرویات کو ان کے تلمیذ کریب نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

(طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۱۶)

عہد تابعین میں کتابت حدیث

لیکن اب تک جو بھی ہوا انفرادی طور پر اپنے شوق و ذوق کے مطابق ہوا۔ پھر ان صحائف میں کوئی ترتیب نہ تھی جن بزرگ نے جن سے جو حدیث سنی لکھ لی۔ یہاں تک کہ اس اہم و بنیادی کام پر سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز کو توجہ ہوئی۔ اور انھوں نے باقاعدہ تدوین احادیث کے لئے وقت کے ممتاز افراد کو مقرر فرمایا۔ مثلاً ابو بکر بن عمر بن حزم قاضی مدینہ قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری سعد بن ابراہیم وغیرہ۔ نیز

اسی دور میں ربیع بن صبیح اور سعد بن عروبہ اور شعبی نے بھی احادیث کی تدوین شروع کردی تھی۔

دارمی میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاضی مدینہ ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ احادیث رسول و احادیث عمر اور موطا میں اتنا زائد ہے اور ان کے مثل دیگر صحابہ کے آثار جمع کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ بخاری کتاب العلم میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ اور علم کو خوب پھیلاؤ۔ اور بیٹھو تاکہ جو نہیں جانتا ہے وہ سیکھے۔ اس لئے علم اس وقت تک ضائع نہ ہوگا جب تک اسے راز نہ بنالیا جائے۔ (بخاری جلد اصفحہ ۲۰)

اس خادم کا خیال ہے کہ اتنا حصہ "رسول اللہ کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ حضرت امام بخاری یا اور کسی راوی کا اضافہ ہے۔ امام بخاری نے تعلیقات ذکر کیا ہے۔ اور دارمی اور موطا میں مسنداً ہے۔ اس لئے خود امام بخاری کے طور پر دارمی اور موطا کی روایت مقدم ہوگی۔ خود امام بخاری نے سند کے ساتھ جو ذکر کیا ہے۔ وہ صرف ذہاب العلماء تک ہے۔ جب یہ فرمان ابوبکر بن حزم کے پاس پہونچا تو انھوں نے احادیث کے کئی مجموعے تیار کرائے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ انھیں بارگاہ خلافت میں بھیجیں لیکن ابھی بھیجنے نہیں پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا ۱۰۱ھ میں وصال ہوگیا۔ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور امام زہری کے استاذ تھے۔

احادیث میں ام المومنین حضرت عائشہ کی مرویات کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اس لئے کہ ان سے فقہ وعقائد کے بنیادی مسائل ماثور ہیں۔ اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی احادیث جمع کرنے کا زیادہ اہتمام کیا تھا۔

عمرہ بنت عبدالرحمن کو حضرت عائشہ نے خاص اپنی آغوش کرم میں پالا تھا۔ یہ بہت ذہین عالمہ فاضلہ تھیں۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ احادیث عائشہ کی یہ سب سے بڑی حافظہ تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے، قاضی ابوبکر بن عمر ابن حزم کو خاص ہدایت کی کہ عمرہ کے

مسائل، اور روایات کو قلمبند کر کے بھیجا جائے۔

ابوبکر بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری المتوفی ۱۲۴ھ جو امام زہری کے نام سے متعارف ہیں۔ اور ان کو ابن شہاب بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی عادت یہ تھی کہ محدثین کی حدیثیں سننے جاتے تو اپنے ساتھ تختیاں اور کاغذ لیے رہتے جتنا سنتے لکھتے جاتے۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد اصفحہ ۱۰۶)

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ میرا اور زہری کا زمانہ طالب علمی میں ساتھ تھا۔ زہری نے مجھ سے کہا۔ آؤ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں لکھیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے حدیثیں لکھیں۔

(کنزالعمال جلد ۵ صفحہ ۲۳۸)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مختلف دیار اور امصار سے احادیث کے لکھے ہوئے دفتر کے دفتر جمع کئے۔ اور انھیں امام زہری کے حوالے کیا کہ انھیں سلیقے سے مرتب کریں۔

(تدریب الراوی)

معمر کا کہنا ہے کہ امام زہری کی لکھی ہوئی احادیث کے ذخیرے کئی اونٹوں پر لادے گئے۔ امام زہری اس وقت کے اعلم علماء تھے۔ حدیث وفقہ میں ان کا کوئی مثل نہ تھا۔

تمام اجلہ محدثین اصحاب ستہ حتی کہ امام بخاری کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ انھوں نے احادیث اس لگن ومحبت سے جمع کیں۔ کہ مدینہ طیبہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جا جا کر مرد، عورت، بوڑھے جو مل جاتا اس سے حتی کہ پردہ نشین عورتوں سے بھی پوچھ پوچھ کر حضور اقدس ﷺ کے احوال واقوال سنتے اور لکھتے۔ ان کی تصنیفات کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ جب ولید بن یزید کے قتل کے بعد روایات واحادیث کے صحائف ولید کے کتب خانے سے منتقل کئے گئے تو صرف امام زہری کی مرویات وتصانیف گھوڑوں، گدھوں پر لاد کر لائی گئیں۔ امام زہری نے احادیث کے جمع کرنے کے ساتھ ان کو سند کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اسی واسطے سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

ابن شہاب زہری نے احادیث کی جمع وترتیب وتہذیب کا جوکام شروع کیا اسے ان کے لائق تلامذہ ہمیشہ ترقی دیتے گئے۔ یہاں تک کہ انھیں کے مشہور تلمیذ جلیل امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ نے مؤطا لکھی۔ جن میں احادث کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب وار جمع کیا۔

سعد بن ابراہیم بھی بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ یہ مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے بھی احادیث کے دفتر لکھوائے اور تمام بلاد اسلامیہ میں بھجوائے۔

ہشام بن انصار کا بیان ہے کہ عطا بن رباح تابعی (متوفی ۱۱۴ھ) سے لوگ حدیث پوچھ پوچھ کر انھیں کے سامنے لکھتے جاتے تھے۔ (دارمی صفحہ ۶۹)

سلمان بن موسی کہتے ہیں میں نے نافع (متوفی ۱۱۷) کو دیکھا کہ وہ حدیثیں بیان کرتے اوران کے تلامذہ ان کے سامنے لکھتے جاتے۔ (دارمی)

ایک شخص حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ (متوفی ۱۱۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا میرے پاس آپ کی بیان فرمودہ کچھ حدیثیں لکھی ہوئی ہیں۔ کیا میں ان کی آپ سے روایت کرسکتا ہوں۔ انھوں نے اجازت دے دی۔ ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۳۹

حمید الطویل نے بھی حضرت حسن بصری کی کتابیں نقل کی تھیں۔

(تہذیب التہذیب جلد۳ صفحہ ۳۹)

ابو قلابہ (متوفی ۱۰۴ھ) نے وفات کے وقت اپنی کتابیں ایوب سختیانی کو دینے کی وصیت کی تھی۔ اس وصیت کے مطابق یہ کتابیں شام سے اونٹ پر لاد کر لائی گئیں۔ ایوب نے بتایا کہ اس کا کرایہ بارہ چودہ درہم دیے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد۱ صفحہ ۸۸)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ سالم بن الجوزاء (متوفی ۱۰۱ھ) حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ سالم نے بعض صحابہ کرام سے بھی حدیثیں سنی ہیں۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۳۸۔ دارمی صفحہ ۶۶)

عہد تبع تابعین میں کتابت حدیث

حضرات تابعین کے زمانہ میں لکھے گئے صحائف حدیث کے چند نمونے پیش کئے گئے۔اب اس کے بعد دور تبع تابعین کی سیر کیجئے۔اس عہد میں اتنی کثرت سے احادیث کے صحائف لکھے گئے۔کہ ان سب کا استقصاء بہت دشوار ہے۔چند کے نام سنئے! محمد بن بشر کا بیان ہے کہ مسعر (متوفی ۱۵۵ھ) کے پاس ایک ہزار احادیث لکھی ہوئی تھیں۔دس کے سوا سب نے لکھ لیا۔(تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۱۷۷)

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے معمر (متوفی ۱۵۳ھ) سے سن کر دس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۱۷۵)

حماد بن سلمہ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ۔جلد ا صفحہ ۱۹۸)

سفیان ثوری یمن گئے تو ایک تیز لکھنے والے کاتب کی تلاش ہوئی۔تو لوگوں نے ہشام بن یونس کو پیش کیا۔یہ امام ثوری کی حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۳۱۶)

ابونعیم کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ سو مشائخ سے حدیثیں لکھی ہیں۔

شعیب بن حمزہ (متوفی ۱۶۳ھ) نے بہت زیادہ احادیث لکھیں۔امام زہری بولتے جاتے اور شعیب لکھتے جاتے۔امام احمد نے شعیب کی کتابیں دیکھ کر فرمایا کہ شعیب کی کتابیں بہت صحیح اور درست ہیں۔ (تذکرہ ص ۲۱۰ ج ا)

ابوعوانہ (متوفی ۱۶۳ھ) پڑھنا تو جانتے تھے۔مگر جب کسی سے کوئی حدیث سنتے تو لکھوا لیتے۔ (تذکرہ ص ۲۱۹ ج ا)

ابن لہیعہ نے حدیث کی بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔صالح بن کیسان کہتے ہیں۔میں نے عمارہ بن غزیہ کی حدیثیں ابن لہیعہ ہی کی اصل کتاب سے نقل کی تھی۔ (تذکرہ ص ۲۲۰ جلد ا)

سلیمان بن ہلال (متوفی ۱۷۳ھ) کی بھی کئی کتابیں تھیں۔ جن میں انھوں نے اپنی سنی ہوئی احادیث کو جمع کیا تھا۔ مرتے وقت وصیت کر گئے کہ عبدالعزیز بن حازم کو دی جائے۔

(تذکرہ صفحہ ۲۵۴ جلد۱)

حضرت عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنی لکھی ہوئی بیس ہزار احادیث لوگوں کو سنائیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۵۴ جلد۱)

امام غندر (متوفی ۱۶۳ھ) کے پاس بھی اپنی مسموع احادیث کی کئی کتابیں تھیں۔ یحیٰ ابن معین نے کہا کہ ان کی کتابیں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ ابن مہدی نے کہا ہم حضرت شعبہ کی زندگی ہی میں غندر کی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ (تذکرہ جلد۱ صفحہ ۱۷۷)

ان شواہد سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ محدثین کی عام عادت تھی جو سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے۔ اسی دور میں باقاعدہ کتب حدیث کا سلسلہ بھی قائم ہوگیا۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جریج (متوفی ۱۵۰ھ) بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۲)، ربیع بن صبیح (متوفی ۱۴۱ھ) یمن میں معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ) نے کتابیں لکھیں۔ اسی عہد میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) اور محمد بن اسحٰق (متوفی ۱۵۱ھ) نے غزوات وسیر پر کتابیں لکھیں۔ ان کے بعد امام اوزاعی (متوفی ۱۵۴ھ) شام میں ابن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے خراسان میں حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ) نے بصرہ میں سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں جریر بن عبدالحمید (متوفی ۱۸۸ھ) نے رے میں ھشیم (متوفی ۱۸۳ھ) نے واسط میں کتابیں لکھیں۔ قریب قریب اسی دور میں امام مالک نے اپنی مشہور کتاب مؤطا لکھی۔ زرقانی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں۔ وصال کے بعد آپ کے گھر سے بہت سے صندوق برآمد ہوئے۔ جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی احادیث کے تھے۔ ابو مشعر سندی (متوفی ۱۷۰ھ) نے مغازی پر ایک کتاب لکھی۔ امام شافعی کے استاذ، ابراہیم بن محمد اسلمی (متوفی ۱۸۴ھ) نے مؤطا امام مالک کے طرز پر ایک مؤطا لکھی تھی۔ ابن عدی نے کہا

کہ یہ مؤطا امام مالک سے دگنی تھی۔ (تذکرہ ج ا،ص ۲۴۶)

امام اعظم کے تلمیذ یحیٰ بن زائدہ کوفی (متوفی ۱۸۲ھ) نے بھی احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا۔ (تذکرہ ج اص ۲۴۶)

عبدالرحیم بن سلمان کتانی نے بھی کئی ایک کتابیں لکھیں۔ (تہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۰۶)

معانی بن عمران موصلی (متوفی ۱۸۵ھ) نے کتاب السنن، کتاب الزھد، کتاب الادب، کتاب الفتن وغیرہ لکھیں۔ تذکرہ جلد اصفحہ ۲۶۵

امام ابویوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الآثار، کتاب الخراج وغیرہ تصنیف کیں۔

امام محمد مؤطا کتاب الآثار، کتاب الحج وغیرہ تصنیف کیں۔ ولید بن مسلمہ (متوفی ۱۹۵ھ) نے مختلف ابواب پر ستر سے زائد کتابیں لکھیں۔ (تذکرہ جلد اصفحہ ۲۸۴)

ابن وہب (متوفی ۱۹۷ھ) نے احوال قیامت اور جامع وغیرہ لکھیں۔ ایک ضخیم مؤطا بھی انھوں نے تصنیف کیں تھیں۔

حفظ حدیث کا شوق واہتمام

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات دیکھنی ہے کہ رواۃ حدیث ارشادات رسول کو اچھی طرح سننے اور کماحقہ یاد کرنے اور یاد رکھنے کی کتنی کوشش کرتے تھے۔

عہد نبوی میں حفظ احادیث

خود حضور اقدس ﷺ کو اس کا احساس رہتا کہ سامعین میری بات اچھی طرح سنیں۔ اور سمجھیں۔ اسی لئے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے۔ اور اہم باتوں کو تین بار دہراتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

انه كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا حتى تفهم عنه۔ (بخاری شریف ج ا ص ۲۰) حضور اقدس ﷺ کچھ فرماتے تو تین بار تکرار فرماتے۔ تا کہ اسے بخوبی سمجھ لیا جائے

دوسری طرف صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ جب مجلس اقدس میں حاضر ہوتے تو ہمہ تن گوش ہو کر اس طرح خاموش بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

جب حضور اقدس ﷺ کو اپنے ارشادات سنانے اور سننے والوں کے ذہن اور حافظ میں بیٹھانے پر اتنی توجہ تھی۔ اور خود صحابۂ کرام بھی پوری توجہ سے سنتے اور سمجھتے اور یاد رکھتے تو پھر یہ خطرہ کہ صحابۂ کرام نے ارشادات رسول کما حقہ نہیں سنا یا بخوبی نہیں سمجھا یا ان کے حافظے میں نہیں آیا ساقط ہو گیا۔

صحابۂ کرام نے احادیث کو اس طرح یاد رکھا تھا کہ جس ترتیب سے مختلف اشیاء کا ذکر حضور نے فرمایا ہوتا اسی ترتیب سے اپنے تلامذہ کو بھی یاد کرانے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی لفظ کا رہ جانا تو بڑی بات ہے۔ اگر کسی سے تقدیم وتاخیر ہو جاتی اور وہ ترتیب بگڑ جاتی تو اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ ابن عمر کے سامنے کسی نے انکی روایت کردہ حدیث بنی الاسلام علی خمس کو یوں پڑھ دیا۔ الحج وصيام رمضان یعنی حج کو صوم پر مقدم کر کے پڑھا۔ حضرت ابن عمر نے ٹوک دیا' لا صيام رمضان والحج ۔ یوں نہیں صیام رمضان پہلے اور حج بعد میں۔

(مسلم صفحہ ۳۲ جلد ۱)

اس سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام ارشادات رسول کس اہتمام سے یاد رکھتے تھے۔ کہ الفاظ کی تقدیم وتاخیر بھی حافظ میں محفوظ رہتی اور دوسروں کو اسی ترتیب سے یاد رکھنے کی ترغیب دیتے۔ حالانکہ اس واقعے میں الفاظ کی تقدیم وتاخیر سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر ارشادات رسول کی ترتیب بدل جاتی یہ بھی حضرت عمر کو گوارہ نہ ہوا تو پھر اس کی کہاں گنجائش کہ وہ رسول پر جھوٹ باندھیں۔ اگر بالفرض کہیں شبہہ ہو جاتا کہ زبان وحی ترجمان سے کون سا لفظ نکلا تھا۔ تو اس کو ظاہر کر دیتے۔ کہ یہ فرمایا تھا۔ یا یہ۔ جس کہ نظیر احادیث میں ہزاروں ہیں۔

اہل عرب کا حافظہ

اس سلسلے میں صحابۂ کرام کی بات تو جانے دیجئے عام اہل عرب کو قدرت نے حافظے کی قوت اتنی دی تھی کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس عہد اور اس سے پہلے عہد میں لغات کی کوئی ڈکشنری لکھی ہوئی نہیں تھی۔ زبان کا سارا سرمایہ بدّوں کے حافظے میں تھا۔ زبان عرب کتنی وسیع ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ عرب زبان میں شہد کے اسی (۸۰) اور سانپ کے دوسو (۲۰۰) شیر کے پانچ سو (۵۰۰) اور تلوار کے ہزار نام موجود تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اس کے برعکس متعدد معانی رکھنے والے مشترک الفاظ کے ذخائر بھی ان کے یہاں کم نہیں۔

سنئے! عین کے اڑتالیس ۴۸ معانی لکھنے کے بعد اہل لغات نے وغیرہ وغیرہ تحریر کیا ہے۔ اسی طرح جوز کے اکہتر ۷۱ معانی معلوم ہیں علی ھذا القیاس۔

اب غور کیجئے جس قوم کے حافظہ کا یہ حال ہو وہ اگر اپنے سب سے بڑے محسن پیشوا مقتداء رسول رب العٰلمین کی ہزارہا ہزار لفظ حدیثیں بلفظ یاد رکھیں تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ پھر لاکھوں لاکھ حدیثیں یاد کرنے والے صرف ایک شخص نہیں۔ متفرق طور پر یاد رکھنے والے بھی ہزاروں ہزار ہیں۔ کسی نے سو روایت کی کسی نے ہزار دو ہزار روایت کی کسی نے پانچ ہزار روایت کی مثلاً۔ سب سے زیادہ کثیر الروایت حضرت ابو ہریرہ ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد صرف پانچ ہزار تین سو چوہتر ہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۴ ج ۱)

ان کے بعد حضرت انس کا درجہ ہے۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں۔

(ایضاً ۱۴۰ ج ۱)

ان کے بعد حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں مروی ہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۳۸ ج ۱) ایسے قوی الحافظہ افراد کا ہزار دو ہزار احادیث کا یاد رکھ لینا کون سی بڑی بات ہے۔

کیا ایسے شعراء نہیں گزرے ہیں کہ جنھیں زبانی ہزار ہا ہزار اشعار یاد ہوتے تھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دفعہ سن لیا پھر اسے یاد رکھنے کہ کوشش نہیں کی یا اس پر کوئی توجہ نہیں کی بلکہ صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ ارشادات رسول سننے کے بعد اس کی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ سننے کے بعد بھولنے نہ پائیں سننے کے بعد اسے اچھی طرح حفظ کرتے۔ پھر بار بار اس کا دور کرتے۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سنتے تھے جب حضور مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم لوگ آپس میں دور کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص کل حدیثیں بیان کر جاتا۔ سب سنتے پھر دوسرا پھر تیسرا۔ کبھی کبھی ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے۔ اور یہ سب باری باری سناتے۔ جب ہم اٹھتے تو ہمیں حدیثیں اس طرح یاد ہوتی گویا ہمارے دلوں میں بو دی گئی ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۶۱)

حضرت معاویہ اپنا چشم دید حال بیان کرتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد صحابہ کرام مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن و حدیث کا مذاکرہ کرتے۔ (مستدرک ج ۱ ص ۹۴)

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کہیں بیٹھتے تو ان کی مجلس کا موضوع یا تو احادیث ہوتیں یا قرآن کا پڑھنا اور سننا ہوتا۔ اس کے باوجود کسی صاحب کا حافظہ اس بوجھ کو برداشت نہ کرتا تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور حضور اقدس ﷺ ان کے حافظے کو اتنا قوی بنا دیتے کہ پھر وہ کوئی بات بھول نہ پاتے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت

انس کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

ظاہر ہے کہ جب انسان میں مذہب کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بڑے سے بڑے حیرت انگیز محیر العقول کارنامے انجام دے لیتا ہے، صحابہ کرام کی مذہبی زندگی، حضور کے ساتھ ان کی وارفتگی، اور دین کی نشر و اشاعت کے ساتھ کی شیفتگی، رضاء الٰہی کی طلب، اور آخرت کی سرخروئی کی تڑپ کتنی تھی، اس کا اندازہ آج نہیں کیا جا سکتا، اگر انہوں نے اس جذبہ سے متاثر ہو کر اپنے موروثی قوی حافظے میں ہزار ہا ہزار ارشادات رسول کو جمع کر لیا تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔

عہد صحابہ میں حفظ حدیث کا منظر

صحابۂ کرام نے جس ذوق و شوق سے احادیث کو سنا یاد کیا، محفوظ رکھا، اسی ولولہ و جوش کے ساتھ پھیلایا وہی ولولہ و ذوق و شوق اپنے تلامذہ میں بھی پیدا فرما دیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا، حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہنا، دور کرتے رہنا، بار بار دہراتے رہنا، اور (ذہن میں) حاضر رکھنا، اگر ایسا نہ کرو گے تو جاتی رہیں گی۔ (دارمی) وہ یہ بھی تاکید کیا کرتے تھے کہ ہر روز کچھ حدیثیں بیان کرتے رہو حضرت علی اپنے اصحاب سے فرماتے احادیث ایک دوسرے سے بیان کرتے رہو اگر ایسا نہ کرو گے تو چلی جائیں گی۔ (مستدرک: ص ۹۵ ج ۱) نیز فرماتے۔ آپس میں ملتے رہو، احادیث کا دور کرو، اسے چھوڑ نہ دو۔ (کنز العمال: صفحہ ۲۴۲، ج ۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی اس کی تاکید کرتے رہتے، کہ حدیثیں ایک دوسرے کو سناتے رہو، اسی طرح وہ باقی رہ سکتی ہیں۔ (مستدرک ص ۹۵، ج ۱)

ایک دفعہ انہوں نے اپنے تلامذہ سے پوچھا کہ تم لوگ آپس میں اکٹھے بیٹھ کر احادیث

سنتے سناتے ہو بھی یا نہیں، تلامذہ نے جواب دیا جی ہاں ہم لوگ ایسا کرتے ہیں، اگر ہمارا کوئی ساتھی حاضر نہ ہوتو اگر کوفے کے آخری سرے پہ ہوتا تو وہیں جا کر اس سے ملتے۔ (دارمی ص ۷۹)

مشہور تابعی عطاء کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں حدیثیں سننے کے بعد اٹھتے پھر ان کو بار بار سنتے اور سناتے، انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں میں ابوزبیر کا حافظہ سب سے اچھا تھا اس لئے ان کو ہم سب سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔ (مستدرک: ص ۹۴، ج ۱)

حضرت ابوسعید خزامی بھی آپس میں دور احادیث کیا کرتے تھے، بلکہ ان کی تاکید یہ بھی تھی، کہ احادیث بلفظہ یاد کی جائیں۔ (دارمی مستدرک ص ۹۴ ج ۱) امام زہری عشاء کی نماز کے بعد حدیث سننے سنانے کے لئے بیٹھتے تو صبح کر دیتے۔ (دارمی صفحہ ۹۸)

عہد تابعین کا حال

تابعین نے احادیث یاد کرنے و یاد رکھنے زیادہ سے زیادہ پھیلانے کا جو جذبہ صحابۂ کرام سے حاصل کیا تھا، اسے اپنے تلامذہ میں پیدا کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے، تابعین ہمیشہ اپنے تلامذہ تبع تابعین کو دور کی تاکید کرتے رہتے اور ان کے تلامذہ اس پر جی جان سے عمل کرتے، امام زہری، علقمہ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، سے منقول ہے کہ وہ ہمیشہ دور حدیث کی تاکید کرتے رہتے (دارمی) اس کا اثر یہ تھا کہ مشہور محدثین کے یہاں دور حدیث کی مجلس رات بھر رہتی عشاء بعد شروع ہوتی نماز صبح پر ختم ہوتی۔ (دارمی صفحہ ۱۸، تہذیب صفحہ ۲۷، ج ۱) یونس کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری کے پاس سے حدیثیں سننے کے بعد آپس میں ان کا دور کرتے۔ یہاں تک کہ اسماعیل بن رجاء کا یہ دستور تھا کہ دور کے لئے اگر کوئی نہیں ملتا تو مکتب کے بچوں کو جمع کر کے ان

کے آگے حدیثیں پڑھتے۔ تا کہ احادیث کی ضبط کی کوشش میں ناغہ نہ ہو۔ (دارمی ۸۷، تہذیب ۲۹۶، ج۱)

ان شواہد سے یہ بات واضح ہوگئی کہ راویان حدیث احادیث کے محفوظ رکھنے ان کی زیادہ سے زیادہ نشر واشاعت کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے۔ دنیا میں کسی فن کے حفظ وضبط، نشر واشاعت کی ایسی عظیم الشان تاریخ نہیں ملتی جو احادیث کے حفظ وضبط کے ساتھ وابستہ ہے۔ عہد تبع تابعین میں چونکہ با قاعدہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا اور اس عہد کی بہت سی کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ اس لئے ان پر تفصیلی گفتگو کی حاجت نہیں۔

چکڑالوی فرقہ اور احادیث کریمہ

عن ابی رافع قال قال رسول الله ﷺ لا الفين احدكم متكئا على اريكة ياتيه الامر من امری مما امرت به او نهيت عنه فيقول لا ادری ماوجدنا فی كتاب الله اتبعناه، رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجة والبيهقی فی دلائل النبوة

(مشكوة شريف ۲۹)

حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کسی کو مسہری پر تکیہ لگائے نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا یا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہونچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن شریف میں ہم پائیں گے تو اس کی پیروی کریں گے، اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

اس حدیث سرور کائنات ﷺ سے چکڑالوی فرقے کے بانی عبد اللہ چکڑالوی کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔ عبد اللہ چکڑالوی چکڑالا ضلع میانوالی پنجاب میں پیدا ہوا۔ اور

احادیث رسول ﷺ کا انکار کر کے ایک نئے فرقے کو جنم دیا یہ بہت مال دار اور لنگڑا تھا حدیث میں متکئاً فرما کر اس کے لنگڑے ہونے کی طرف اشارہ اور اریکۃ فرما کر اس کے مالداری کی جانب اشارہ کیا یہ غیب داں نبی کے قوت نظر کا اثر ہے کہ ہزار برس بعد جو فرقہ پیدا ہوگا اور وہ حدیث کا انکار کرے گا اور فرقہ قرآنیہ کہلائے گا اس کے لئے یہ دو کلمے ارشاد فرما کر ظاہر فرمادیا کہ میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میری حدیثوں کا انکار کریں گے، فی زمانہ چکڑالوی فرقے کے ماننے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم حدیث کو کچھ نہیں جانتے جو قرآن میں ملے گا ہم اسی پر عمل کریں گے...... حالانکہ قرآن میں سب کچھ ہے مگر قرآن سے سب کچھ حاصل کر لینا بغیر حدیث نبوی کا سہارا لئے ناممکن ہے۔

یا یوں سمجھ لیں کہ جس طرح موتی سمندر کی تہ میں موجود ہے مگر ہر آدمی اسے حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح قرآن کو سمجھنا حدیث رسول کی روشنی کے بغیر ناممکن ہے۔ لہذا چکڑالوی بے دینوں کا یہ کہنا کہ ”ہم حدیث کو نہیں جانتے“ سراسر غلط اور بے بنیاد نیز انکار حدیث کی وجہ سے کافر ہیں۔ ان کو مذکورہ بالا حدیث سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

سوال:۔ اس حدیث میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ چکڑالوی ہے؟

جواب:۔ عبداللہ ایک لنگڑا شخص تھا اور لنگڑے کو ٹیک لگانے کی ضرورت پڑتی ہے چونکہ یہی فرقے کا بانی ہے اور حقیقتاً وہ لنگڑا تھا اور مالدار بھی تھا اور مالدار ہی اپنی مسہری پر ٹیک لگاتا ہے، لہذا متکئاً اور اریکۃ سے مراد عبداللہ چکڑالوی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس فرقے کا موجد آرام طلب ہوگا، علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر نہ کرے گا صرف قرآن کا ترجمہ دیکھ کر فیصلہ کرلے گا اور اس مزاج کے لوگ اس زمانے میں کثرت سے پائے جاتے ہیں ان کے لئے یہ حدیث

تازیانۂ عبرت ہے۔

قرآن پاک کے علاوہ حدیث کے ذریعہ حرام ہونے کا ثبوت:

عن المقداد بن معدیکرب قال قال رسول الله ﷺ انی اوتیت القرآن ومثله معه الا یوشك رجل شبعان الا اریكة یقول علیكم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه وان ماحرم رسول الله كما حرم الله الا لا یحل لكم الحمار الاهلی ولا كل ذی ناب من السباع ولا لقطة معاهد الا ان یستغنی عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعلیهم ان یقروه فان لم یقروه فله ان یقبهم بمثل قراه رواه ابوداؤد والدارمی نحوه۔ (مشکوۃ شریف ۲۹)

روایت ہے حضرت مقداد بن معدیکرب سے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی (حدیث) خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنے مسہری پر کہے گا کہ صرف قرآن کو تھام لو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ حالانکہ رسول اللہ کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ کا حرام فرمودہ ہے، دیکھو تمہارے لئے نا پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کوئی پھاڑنے والا درندہ جانور، نہ عہد والے کافر کی گمشدہ چیز مگر جب اس کا مالک اس سے لاپرواہ ہو جائے اور جو کسی قوم کے پاس مہمان بن کر جائے اس پر اس کی مہمانی لازم ہے تو اگر مہمان داری نہ کریں تو اپنے مہمانی کے مقدار ان سے وصول کرلیں۔ اسے ابوداؤد اور دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔

مقداد بن معدیکرب صحابی ہیں قبیلہ بنی کندہ سے تعلق رکھتے ہیں، کندی وفد کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیث جو قرآن کی طرح وحی الٰہی ہے اور اسی کی طرح واجب الاتباع بھی ہے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ قرآن شریف کی عبارت بھی وحی الٰہی ہے اور مضمون بھی اور حدیث شریف کا صرف مضمون وحی الٰہی ہے حضور کے الفاظ پر قرآن کے احکام جاری نہیں مثلاً حدیث کی تلاوت نماز میں جائز نہیں، اس کو بے وضو چھوا جا سکتا ہے مگر قرآن پاک کو بے وضو چھونا جائز نہیں ہے کلمۂ الا منکرین حدیث پر اظہار غضب کے لئے ہے اگرچہ حدیث کے انکار کرنے والے تیرہ

سو برس بعد پیدا ہوئے مگر حضور کی نگاہوں سے یہ قریب تھے اور قیامت تک کے معاملات نگاہ نبوت سے اوجھل نہیں۔

شعبان سے مراد (پیٹ بھرا) میں اس کی مالداری اور مسہری میں اسکا لنگڑا ہونا بتایا گیا ہے اور اس کا یہ کہنا "کہ قرآن کو لازم پکڑو اور صاحب قران سے الگ ہو جاؤ" یہ بکواس ہی تمام بے دینوں کی جڑ ہے اور چکڑالوی بے دین جو حدیث سے الگ رہنے والے ہیں ان سب کو چاہئے کہ وہ گدھا، کتا، گدھ، کوا، چیل وغیرہ خوب کھائیں اس لئے کہ انہیں قرآن نے حرام نہیں کیا ہے بلکہ حدیث نے حرام کیا ہے، تمام صحابہ کرام کا قرآن پاک کی طرح حدیث پاک پر بھی عمل تھا جیسے ہم نماز کو فرض مانتے ہیں ایسے ہی نماز کی تعداد، مقدار اور ہر نماز میں مقررہ رکعت فرض مانتے ہیں چکڑالویوں کو چاہئے کہ یہ تعداد رکعت اور یہ تعداد نماز چھوڑ کر پڑھیں جس کا تعلق صرف قرآن سے ہو، موجودہ رکعتوں کا تعلق اور تعداد نماز تو حدیث شریف سے تعلق رکھتے ہیں۔

اور کوئی چیز جو گری پڑی ملے اس کے مالک کو تلاش کر کے پہونچا دی جائے مسلمانوں کی ہو یا کسی ذمہ والے ذمی کافر کی اور جب مالک کے ملنے سے مایوسی ہو جائے تو خیرات کر دی جائے اور اگر اٹھانے والا غریب ہے تو خود استعمال کر سکتا ہے، البتہ حربی کافر کا مال جو بغیر دھوکہ دہی کے ملے حلال ہے یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں ہے اس کا تعلق حدیث پاک سے ہے اور حدیث پاک کا ارشاد ہے جو کسی قوم کے پاس مہمان ہو جائے تو اس پر اس کی مہمانی لازم ہے اور اگر مہمان داری نہ کرتے تو اپنے مہمانی کے مقدار ان سے وصول کر لیوے۔ یہ قانون زمانۂ نبوت کا تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس زمانے میں دیہاتی کفار سے یہ عہد کرتے تھے کہ لشکر اسلام یا کوئی مسلمان تمہارے گاؤں پر گذرے تو تم اسے ایک دو وقت کا راشن دے دینا اس معاہدے کے تحت لشکر اسلام کو اپنا راشن ان سے وصول کرنے کا حق تھا، حدیث میں اسی کا ذکر ہے، اب بھی بعض ہنگامی حالات میں لشکر یا پولیس کا خرچ اہل شہر پہ ڈال دیا جاتا ہے، اس صورت میں حدیث غیر منسوخ ہے آج بھی اگر کفار سے معاہدہ ہو جائے تو ان پہ اس کی پابندی لازم ہوگی، یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں ہے، پیغمبر کا اپنا دیا ہوا قانون ہے، اور جب ذمی اور اہل کتاب جزیہ (ٹکس) ادا کریں تو تم ان کے گھروں میں نہ جا سکتے ہو نہ ان کا مال کھا سکتے ہو نہ انہیں سزا دے سکتے ہو یہ بھی قرآن میں نہیں ہے، یہ قانون بھی سرکار نے اپنے اختیار سے عطا

فرمایا ہے، اس کے علاوہ بہت سے امور ہیں جن کو سرکار نے اپنے اختیار سے حلال و حرام ٹھہرایا ہے اس سلسلے میں قرآن کا کوئی فیصلہ موجود نہیں ہے، قرآن میں سور کا گوشت حرام فرمایا گیا ہے اس کی کلیجی، گردہ، ہڈی، بھیجہ، چربی وغیرہ حدیث ہی کی بنیاد پر حرام ہے، حدیث کے انکار کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ سور کا گوشت چھوڑ کر کے کلیجی، گردہ، چربی وغیرہ استعمال کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہ کریں۔ (العیاذ باللہ)

بد مذہبوں کی صحبت میں بیٹھنے کی مذمت

عن جابر عن النبی صلے اللہ علیه و سلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یهود تعجبنا افتریٰ ان نکتب بعضها فقال امتهو کون انتم کما تهوکت الیهود والنصریٰ لقد جئتکم بها بیضاء نقیة ولو کان موسی حیا ماوسعه الا اتباعی رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ۳۰)

روایت ہے حضرت جابر سے وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور کی خدمت میں حضرت عمر آئے اور عرض کیا کہ ہم یہود کی کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں۔ فرمایا کیا تم یہودیوں و عیسائیوں کی طرح حیران ہو؟ میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا ہوں، اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کرنی ضروری ہوجاتی یعنی انہیں میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

اس حدیث سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بے دینوں کے رسالے اور بد مذہبوں کے جلسے میں جانے سے احتیاط نہیں کرتے...... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے مومن کو اہل کتاب کے علماء کی صحبت سے منع فرمادیا اور اسی قسم کی ایک حدیث حضرت جابر سے مروی ہے حدیث کا صرف ترجمہ پیش کررہا ہوں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار اعظم ﷺ کی خدمت میں توریت کا ایک نسخہ لائے اور عرض کیا یارسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے حضور خاموش رہے اور حضرت عمر پڑھنے لگے حضور کے چہرۂ انور کا رنگ بدلنے لگا حضرت ابوبکر بولے کہ اے عمر تم پہ رونے والیاں روئیں تم رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا حال نہیں دیکھتے حضرت عمر نے حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا تو بولے میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا

ہوں، ہم اللہ کی ربوبیت، اسلام کے دین حق ہونے اور محمد مصطفیٰ کے نبی ہونے سے راضی ہیں تب حضور ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ آج ظاہر ہو جائیں تو ان کو بھی میری پیروی کرنی لازم ہوگی۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص ہر کسی کی کتاب نہ پڑھے اور نہ ہر ایک کا وعظ سنے، جب حضرت عمر جیسے صحابی کو توریت جیسی کتاب پڑھنے سے روک دیا گیا تو ہم کس شمار میں ہیں، مسلمانو! ایمان کی دولت چورا ہے پر نہ رکھو ورنہ ایمان کے ڈاکو لوٹ لیں گے……اس لئے سنی عوام کو چاہئے کہ وہ تمام بے دینوں بدمذہبوں مثلاً وہابی، دیوبندی، مودودی، تبلیغی، چکڑالوی، قادیانی، رافضی، خارجی، نیچری اور صلح کلی وغیرہم کی کتابوں وجلسوں سے پرہیز کریں اور اپنے امام سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں:

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سال عن شئ لم یحرم علی الدرس فحرم من اجل مسئلة متفق علیه۔	روایت ہے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول پاک ﷺ نے کہ مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ ہے جو کسی غیر حرام چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کرے اس کی پوچھ گچھ کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی جائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام وحلال کے احکام بارگاہ نبوت سے جاری ہوتے ہیں جیسے حضور نے فرمایا تم پر حج فرض ہے ایک صحابی جن کا نام اقرع بن حابس ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال ہم پر حج فرض ہے سرکار نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا ہوں تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ (مشکوٰۃ شریف ۲۲۱) اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے (۱) اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس سے شریعت میں خاموشی ہو وہ حلال ہے، حرام وہی ہے جسے شریعت منع کرے جیسے کہ لم یحرم سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے قل لا اجد فیما اوحی الیه محرما معلوم ہوا جس کی حرمت نہ ملے وہ حلال ہے۔ مگر اس زمانے میں بعض جہلا بلا دلیل ہر چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں اور حلال ہونے کے لئے ثبوت مانگتے ہیں کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلاد شریف اور گیارہویں شریف حلال ہے؟ خود نہیں بتاتے کہ حرام کہاں لکھا ہے؟ انہیں حدیث اور آیۃ کریمہ سے درس حاصل کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ ہے کہ زیادہ پوچھ گچھ پر رب کی طرف سے سختی ہو جاتی ہے دیکھو بنی

اسرائیل گائے کے متعلق پوچھ گچھ کرتے رہے پابندیاں بڑھتی رہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ وظیفوں اوراحکام میں خود پابندی نہ لگوائی جائے بلکہ ان کے اطلاق سے فائدہ اٹھایا جائے۔

بدمذہبوں سے بچنے کا حکم

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان دجالون كذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم ولا اباء کم فایاکم وایاهم لا یضلونكم ولا یفتنونكم.

(مسلم، مشکوۃ شریف ۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانے میں جھوٹے دجال ہوں گے جو تمہارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنا نہ تمہارے باپ داداؤں نے ان کو اپنے سے اپنے کو ان سے دور رکھو تا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اورتم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اس میں اشارہ حدیث گڑھنے والوں کی طرف ہورہا ہے، یہاں خطاب صرف صحابہ سے ہے یا قیامت تک کے ان علماء سے جنہیں حدیث کی واقفیت ہو اگر کوئی جاہل کسی مشہور حدیث کو نہ سنے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے زمانے میں اعلان فرمایا تھا کہ ہم وہی حدیث قبول کریں گے جو زمانہ فاروقی میں شائع ہوچکی۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں بعض چھپے منافقین حضرت علی کے فضائل میں اور بعض ان خلاف بہت حدیثیں گڑھی تھیں، جب ہی رفض وخروج کی بیماریاں مسلمانوں میں پھیلیں۔

معلوم ہوا کہ حدیث گڑھنا سخت جرم ہے اور گڑھنے والا سخت مجرم اس لئے کہ حضور نے اسے دجال وکذاب فرمایا ہے اور مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدمذہبوں سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ ان کی محبت دین وایمان کے لئے خطرہ ہے۔

بزرگوں کا ہاتھ پاؤں چومنا

علماء ومشائخ وبزرگان دین کے ہاتھ پاؤں چومنے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے مگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر شاہد ہے اب چکڑالوی صاحب کا کیا حکم ہے۔

عن صفوان بن عسال قال قال يهودى لصاحبه اذهب بنا الى هذا النبى فقال له صاحبه لا تقل نبى انه لو سمعك لكان له اربع اعين فأتيارسول الله صلى الله عليه وسلم فسالاه عن اٰيات بينات فقال رسول الله ﷺ لا تشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التى حرم الله الا بالحق ولا تمشوا ببرئ الى ذى سلطان ليقتله ولا تسحروا ولا تاكلوا الربوا ولا تقذفوا محصنة ولا تولوا الفرار يوم الزجف وعليكم خاصة اليهود ان لا تعتدوا فى السبت قال فقبلا يديه ورجليه وقالا نشهد انك نبى قال فما يمنعكم ان تتبعونى قالا ان داؤد عليه السلام دعا ربه ان لا يزال من ذريته نبى وانا نخاف ان تبعناك ان يقتلنا اليهود۔ رواه الترمذى وابوداؤد والنسائى۔ (مشکوۃ شریف ۱۷)

روایت ہے کہ حضرت صفوان بن عسال سے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چل ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر وہ سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا، نبی ﷺ نے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ نہ چوری کرو نہ زنا کرو نہ ناحق کسی محترم جان کو قتل کرو نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تا کہ اسے قتل کر دے اور نہ جادو کرو اور نہ سود کھاؤ نہ پاک دامن پر زنا کا بہتان لگاؤ نہ جہاد کے دن بھاگنے کیلئے پیٹھ پھیرو اور اے یہودیو! تم پر خصوصاً یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو، راوی فرماتے ہیں تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے اور بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں۔ حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے وہ بولے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں نبوت رہے ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو ہم کو یہودی مار ڈالیں گے۔

حضرت صفوان بن عسال آپ صحابی ہیں کوفہ کے رہنے والے نبی مرادے ہیں۔ بارہ غزوں میں حضور کے ساتھ رہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ہاتھ پاؤں شریف پر بھی منھ لگا کر بوسہ دینا، بزرگوں کے قدم چومنا جائز ہے اور پابوسی کے لئے جھکنا نہ سجدہ ہے نہ ممنوع ورنہ حضور ﷺ انہیں منع فرمادیتے، خیال رہے کہ قرآن کریم، سنگ اسود، بزرگوں کے ہاتھ پاؤں، والدین کے ہاتھ پیر چومنا ثواب بھی ہے، اور باعث برکت بھی، بعض بزرگ تو اپنے

مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کا منبر چومتے تھے دیکھو بوسہ کے بحث میں۔

حدثنا احمد بن یونس نازهیرنا یزید بن ابی زیاد ان عبدالرحمن بن ابی لیلی حدثه ان عبدالله بن عمر حدثه وذکر قصة قال فدنونا یعنی من النبی ﷺ فقبلنا یده (حدیث ۱۷۸۳ ابوداؤد شریف)

احمد بن یونس، زہیر، یزید بن ابی زیاد، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک قصہ بیان کیا اور یہ کہا کہ ہم نزدیک گئے رسول اللہ ﷺ کے اور آپ کے ہاتھ پیر پر بوسہ دیا۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جو وارث انبیاء ہیں علماء ہوں یا مشائخ ان کا ہاتھ پیر کا بوسہ لینا جائز ہے۔

وضو کرتے کے وقت ناک میں پانی ناک کے زم بانسے تک کیوں چڑھایا جائے؟ اس کا بھی حکم قرآن میں نہیں ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا استیقظ احدکم من منامه فتوضاء فلیستنثر ثلاثا فان الشیطن یبیت علی خشومه۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ۴۵)

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور پھر تین بار ناک جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے بانسے پر رات گذارتا ہے۔

تشریح:۔ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور شیطان سے مراد وہ قرین ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، بیداری میں برے کام کے مشورے دیتا ہے نیند میں ناک میں جا بیٹھتا ہے تاکہ دماغ میں برے خیالات پیدا کرے، اس طرح ناک اس سے ملوث ہو چکی ہے لہذا وضو میں اسے دھونے کا حکم ہے اور جاننا چاہئے کہ جیسے ناک جھاڑنا ہر وضو میں سنت ہے نیند کے بعد ہو یا اور کسی وقت ایسے ہی کلائی تک ہاتھ دھونا بھی ہر وضو میں سنت ہے کیونکہ یہ علت حکم نہیں بلکہ حکمت حکم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جہاں گندہ آدمی بیٹھ جائے وہ جگہ دھو دینا بہتر ہے جو یہ کہتے

ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ان کے لئے بطور حجت حدیث کے چند نمونے۔

گھوڑ، خچر، پھاڑنے والے درندے، بجو وغیرہ کی حرمت قرآن سے نہیں ہے بلکہ سرکار اعظم نے حرام فرمایا ہے یہ حدیث بھی چکڑالوی پر حجت ہے۔

عنه قال حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يعني يوم خيبر الحمر الانسيه ولحوم البغال وكل ذى ناب من السباع وكل ذى مخلب من الطير رواه ترمذى وقال هذا حديث غريب وعن خالد بن الوليد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن اكل لحوم الخيل والبغال والحمير رواه ابوداؤد. (مشکوۃ ص ۳۶۱)

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت حرام فرمائے اور ہر کیل والے درندے اور ہر پنجہ والے پرندے حرام فرمائے۔ ترمذی نے یہ حدیث غریب لکھا ہے۔ اور حضرت خالد بن ولید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

تشریح:۔ فتح خیبر سے پہلے عرب میں گدھا کھانے کا رواج تھا، شروع اسلام میں بھی رہا خیبر کے دن اسے حرام فرمایا گیا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے، خیال رہے کہ حمار وحشی جنگلی گدھا جسے فارسی میں گورخر اور اردو میں نیل گائے کہتے ہیں وہ حلال ہے عموما اس کا شکار کیا جاتا اور کھایا جاتا ہے۔ پنجے والے شکاری پرندے حرام فرمادیئے، اسناد اور ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے اور مسلم و بخاری نے حضرت براء بن عازب و جابر و علی المرتضی و ابن عمر و ابی ثعلبہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ہر کیل والے شکاری چرندے سے منع فرمایا اور احمد مسلم ابوداؤد و ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی حضور انور صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ہر پنجہ والے شکاری پرندے سے منع فرمایا یونہی بجو کھانا حرام ہے جیسا کہ احمد و اسحق نے ابویعلی موصلی عبداللہ ابن یزید سے مرفوعا روایت کی کہ یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی دلیل ہے کہ گھوڑا حرام ہے جیسے کہ خچر گدھا حرام ہے اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے والخيل والبغال والحمير لتركبوها زينة جس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے گدھے اور خچر کی پیدائش سواری اور زینت کے لئے ہے نہ کہ کھانے کے لئے ہے نیز گھوڑا ذریعہ جہاد ہے حتی کہ غنیمت میں اس کا بھی حصہ رکھا جاتا ہے اس کو کھانے سے

جہاد کے آلہ کی کمی ہوجانے کا خطرہ ہے الحمد للہ کہ عملاً تمام مسلمان امام اعظم کا قول مانتے ہیں ہم نے عرب وعجم کہیں بھی گھوڑے کا گوشت کھاتے فروخت ہوتے یا مارکیٹ میں آتے نہ دیکھا ہے اور نہ ہی سنا ہے۔ان کے کھانے کی حرمت قرآن نے نہیں بیان کی بلکہ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا لہذا چکڑالوی حضرات جو حدیث سے حرام ہونے کو حرام نہیں مانتے وہ گھوڑا گدھا بجو وغیرہ خوب کھائیں۔ والعیاذ باللہ۔

سرکار نے دو صحابہ کے لئے ریشم پہننے کی اجازت عطا فرمائی

عن انس قال رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم للزبير وعبدالرحمن بن عوف فى لبس الحرير لحكة، بهما متفق عليه وفى رواية المسلم قال انهما شكوا القمل فرخص لهما فى قمص الحرير (مشكوة باب اللباس صفحه ٣٧٤)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف کو ریشم پہننے کی اجازت دی ان کی خارش کی وجہ سے۔

جن کے حرام ہونے کی تفصیل قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ جائز ہے

عن ابى ثعلبة الخشنى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها وحرم حرمات فلا تنتهكوها وحدحدوداً فلا تعتدوها وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها (مشكوة كتاب العلم ص ٣٢)

روایت ہے حضرت ابی ثعلبہ خشنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کچھ فرائض لازم فرمائے انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ محرمات حرام کیے ان کی حرمت نہ توڑو کچھ حدیں مقرر کیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ کچھ چیزوں سے بغیر بھولے خاموش رہے ان سے بحث نہ کرو۔

تشریح:۔ یعنی حلال وحرام کی حدوں کو نہ توڑو نمازیں پانچ فرض ہیں چار یا چھ نہ مانو۔ زکوۃ

مال کا چالیسواں حصہ فرض ہے کم وبیش پر عقیدہ مت رکھو، چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال چوتھی کو حرام نہ سمجھو وغیرہ یعنی بعض چیزوں کی حلت وحرمت صراحتا قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو وہ مباح ہیں عمل کیئے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے عفی اللہ عنھا حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہیں۔

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ حج سے فارغ ہوکر جب مقام روحاء میں پہونچے تو ایک عورت نے بھنی ہوئی بکری پیش کی حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم نے ایک کے بعد دوسرے دست کو پیش کیا پھر جب آپ نے فرمایا کہ اور دست لاؤ، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دست تو دو ہی ہوتے ہیں جو میں آپ کو پیش کر چکا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ لوسکت مازلت تناولنی ذراعا ما قلت لك ناولنی ذراعا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم چپ رہتے تو جب تک میں دست مانگتا تم دیتے رہے (ابو یعلی بیہقی خصائص کبریٰ) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے ایسے بلند مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے کہ اگر میں چاہوں اور دست پیش کرنے والا دینے کا قصد کرتا رہے تو ایک ہی بکری کے گوشت سے ہزاروں دست نمودار ہوتے رہیں گے۔ اس قسم کی ایک لمبی حدیث مشکوۃ شریف میں ص ۵۴۱ پر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حدیث:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میں ہلاک ہوگیا

حضور نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر بیٹھا۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کرسکو۔ عرض کیا کہ نہیں فرمایا دو مہینے لگا تار روزے رکھ سکتے ہو؟ بولا نہیں آپ نے کچھ دیر توقف فرمایا ہم بھی خاموش رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا میں حاضر ہوں فرمایا اسے لے جاؤ اور بانٹ دو اس نے عرض کیا:

اعلی افقر منی یا رسول اللہ فباللہ مابین لابتیھا یرید الحرتین اھل بیت افقر من اھل بیتی فضحک النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حتی بدت انیابہ ثم قال اطعمہ اھلک۔

(بخاری ص ۲۶۰ ج ۱)

یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اسے دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، قسم خدا کی مدینہ کے دونوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان میرے اہل وعیال سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں، رسول اللہ ﷺ تبسم ریز ہوئے یہاں تک کہ سامنے کے دونوں دانت دکھائی دیئے۔ پھر فرمایا جاؤ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

حدیث:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خالو حضرت ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

شاتک شاۃ لحم فقال یا رسول اللہ ان عندی داجنا جذعۃ من المعز قال اذبحھا و لا تصلح لغیرک۔

(بخاری جلد ۲، ص ۸۳۲)

تمہاری وہ بکری گوشت کے لئے ہوئی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس ایک موٹا تازہ چھ ماہ بکری کا بچہ ہے فرمایا اسی کو ذبح کر دو اور تمہارے سوا کسی کے لئے ایسا کرنا درست نہ ہوگا۔

حدیث:۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، پھر اعرابی نے گھوڑا کے فروخت کر دیئے جانے سے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے کہا اے اعرابی! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ! تم کیسے گواہی دیتے ہو (جب کہ خریداری کے وقت میں تم موجود نہیں تھے تو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

انا اصدقك على خبر السماء الا اصدقك على ذا الاعرابى فجعل النبى صلى الله تعالى عليه وسلم شهادته بشهادة رجلين فلم يكن فى الاسلام رجل تجوز شهادته بشهادة رجلين غير خزيمة بن ثابت. (خصائص کبریٰ)	میں حضور کی تصدیق آسمانی خبروں پر کرتا ہوں تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر کر دیا۔ اور حضرت خزیمہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کے لئے جائز نہ ہوا کہ اس کی گواہی دو مردوں کی گواہی قرار دی گئی ہو۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے احکام شرعیہ پر بھی اختیار کلی عطا فرمایا ہے۔

مصطفیٰ آئینۂ روئے خداست
منعکس دروے ہمہ خوئے خداست

ہمارے سرکار ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں

نبی کی توہین کرنے والے اور ان کی عظمت کو گھٹانے والے وہابی و چکڑالوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اول نبی نہیں مانتے بلکہ وہ کہتے ہیں وہ آخری نبی ہیں اور ان کو نبوت چالیس سال بعد دی گئی نعوذ باللہ من ذالك ان کے لئے عبرتناک حدیث ملاحظہ ہو:

حـدثـنـا ابوهمام الوليد بن شجاع ابـن الـوليـد البـغـدادى حـدثـنـا الـولـيـد بـن مسـلـم عـن الاوزاعـى عـنـى يحى بن ابى كثير عن ابى سلمة عن ابى هـريـرة قـال قـالـوا يـا رسـول الله صـلـى الله عليه وسـلم متـى وجـبـت لك الـنـبـوة قـال وآدم بيـن الـروح والجسد۔ (ترمذی ص ۲۰۱/ ج ۲)

حدیث بیان کی ہم سے ابو ہمام ولید ابن شجاع ابن ولید بغدادی نے فرماتے ہیں خبر دی ہم کو ولید ابن مسلم نے بروایت اوزاعی بروایت یحیٰ بن کثیر بروایت ابو سلمہ بروایت ابو ہریرہ کے ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نبوت سے کب سرفراز فرمائے گئے سرکار نے ارشاد فرمایا مجھے نبوت اس وقت ملی جب سواء ذات باری کے کچھ نہ تھا اور اس حال میں کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

مراد یہاں سبقت وتقدم ہے جیسا کہ لمعات میں ہے۔امام ترمذی علیہ الرحمہ کے مُحشی نے اسی صفحہ پر ابواب المناقب میں لکھتے ہیں:قـولـه متـى وجـبـت لك النبوة قال آدم بيـن الـروح والـجـسـد الـخ اى كان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وجرت عـلـيـه الاحـكـام مـن ذلك الـحـيـن بـخـلاف الانبياء السابقين فان الاحكام جرت عـلـيـهـم بـعـد البغتة. امام ترمذی کے محشی نے فرمایا ہے ابواب المناقب کی سرخی دے کر متی وجبـت لك الـنـبـوة قال وآدم بين الـــروح والجسد کے عبارت کے بغل میں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے جب آدم علیہ السلام کا اجزائے عنصری تیار ہی نہیں ہوئے تھے بلکہ علامہ جامی نے بھی تائید فرمایا ہے تخلیق عنصریہ سے پہلے عنصریہ کہتے ہیں آگ، پانی، ہوا، مٹی وغیرہ کو جن سے اشیاء کی تخلیق ہوتی ہے اور ان پر نبوت کے احکام اسی وقت جاری ہوئے بخلاف انبیاء سابقین کے ان پر نبوت کے احکام بعثت کے بعد جاری ہوئے هذا ماظهر لى والعلم الصواب عند ربى۔

الحاصل:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب کی عطا سے پوری سلطنت الہیہ کے

مالک ہیں اور رب نے آپ کو اختیار کلی عطا فرمایا ہے ان حدیثوں کے علاوہ وافر انداز میں کثرت کے ساتھ حدیثیں پائی جارہی ہیں جن سے سرکار کا اختیار سمجھ میں آرہا ہے اور بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن میں سرکار نے اپنی جانب سے حلال وحرام، جائز وناجائز ہونے کا فیصلہ دیا ہے بخوف طوالت چند حدیثوں پر اکتفا کررہا ہوں دانشمندوں کے لئے اشارہ کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے دفتر بے کار ہے۔ جو حضرات سرکار کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں اختیار نہیں مانتے پہلا نبی تسلیم نہیں کرتے تو اپنے عقیدوں سے رجوع کرتے ہوئے راہ مستقیم اختیار کریں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ ☆